دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ
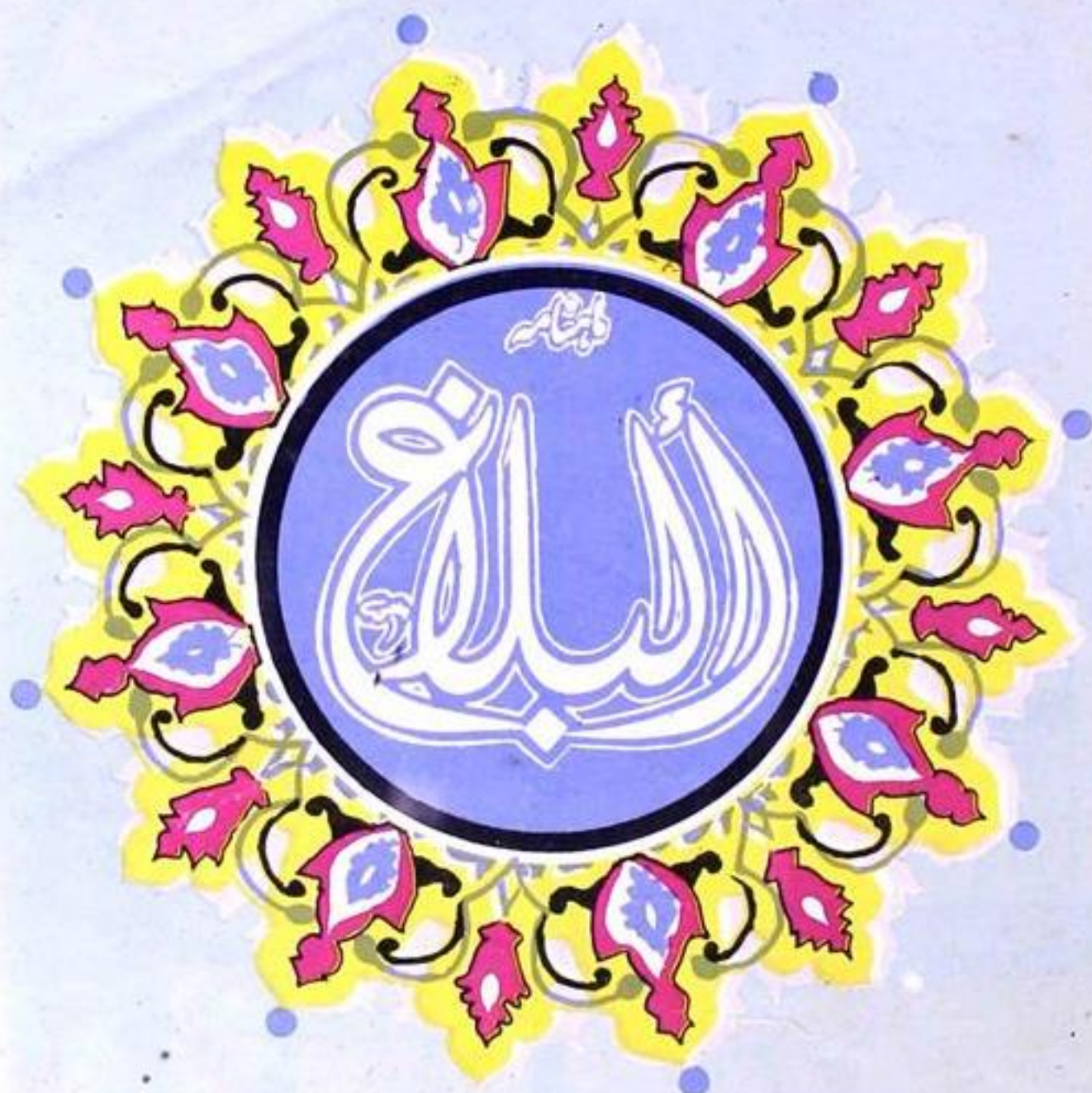
شوال المکرم ۱۴۰۸ھ جون ۱۹۸۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ
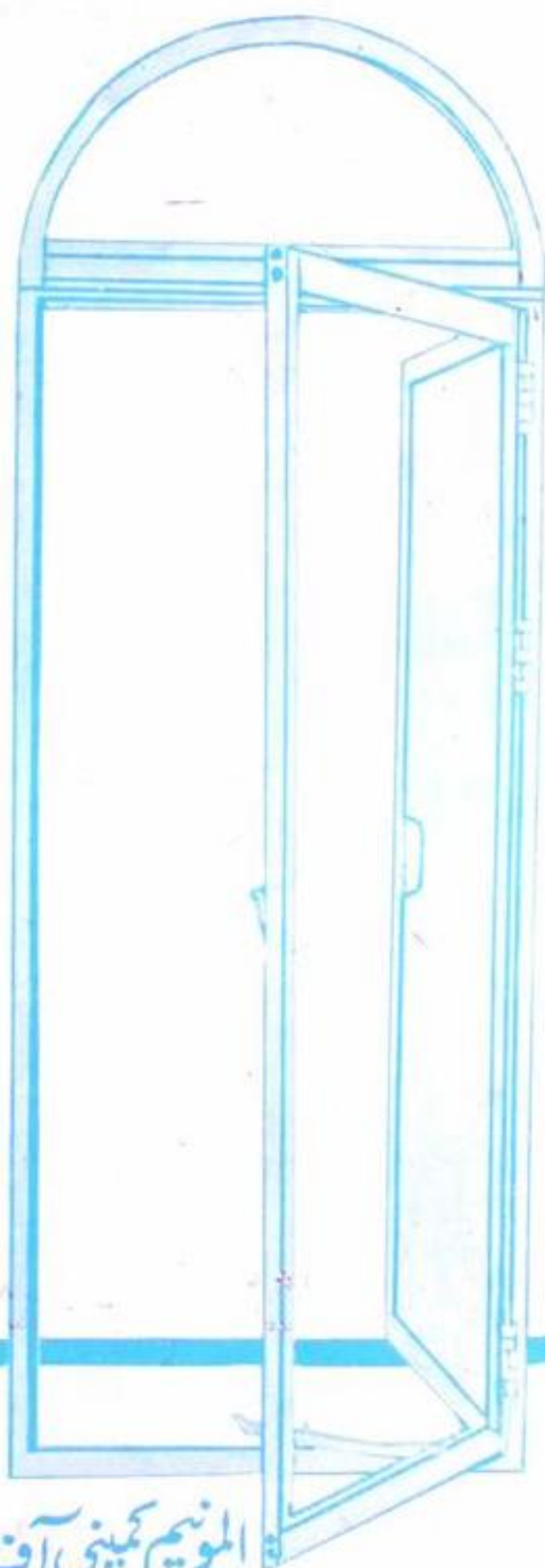
هٰذا بلاغ للناس

جلد ۲۲
شمارہ ۱۰

شوال ۱۴۰۸ھ
جون ۱۹۸۸ء

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

سالانہ بدل اشتراک:

بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و جسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۳۰ روپے
ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	۱۸۰ روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	۱۵۰ روپے

نگران

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر

محمد تقی عثمانی

ناظم

شجاعت علی ہاشمی

پبلشر: محمد تقی عثمانی، دارالعلوم کراچی پبلشر: مشہور آفسٹ پریس کراچی

خط و کتابت کا پتہ:
ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کورنگی
فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

فہرست

ذکر و فکر

معارف و مسائل

مقالات و مضامین

نقد و تبصرہ

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ حکومت نے ان لوگوں کیلئے جو بیرون ملک رہتے ہیں اور اپنا زرِ مبادلہ باہر سے لیکر آتے ہیں۔ ان کیلئے فارن ایکسچینج بیئرر سرٹیفکیٹ کے نام سے ایک اسکیم جاری کی ہے جس کے ذریعہ باہر سے لائے ہوئے زرِ مبادلہ کے عوض یہ سرٹیفکیٹ جاری کئے جاتے ہیں۔ اور اس کا حامل اس کو اسٹاک ایکسچینج میں بھی نفع پر فروخت کر سکتا ہے اور خود پاکستانی بینک بھی ایک سال کے بعد سو روپے پر ۱/۲ ۱۴ روپے مزید نفع کے ساتھ دو سال کے ۳۱ روپے تین سال کے ۵۲ روپے سود یا نفع کے ساتھ فروخت کر سکتے ہیں۔ اور اگر چاہے تو اسی کے ذریعہ بوقتِ ضرورت زرِ مبادلہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔

ان سرٹیفکیٹ کا خریدنا اور ان پر نفع حاصل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حامداً ومصلیاً
فارن ایکسچینج بیئرر سرٹیفکیٹ کے بارے میں تحقیق سے ان کی یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو لوگ پاکستان سے باہر ملازمت کرتے ہیں وہ اگر زرِ مبادلہ پاکستان لیکر آئیں تو حکومت کا قانون یہ ہے کہ وہ بیرونی زرِ مبادلہ اسٹیٹ بینک میں جمع کرائیں اور اس کے بدلے حکومت

کے طے کردہ نرخ کے مطابق پاکستانی روپیہ وصول کریں۔ پاکستان میں رہتے ہوئے زرِمبادلہ اپنے پاس رکھنا بھی قانوناً جائز نہیں۔ اور جب ایک مرتبہ یہ زرِمبادلہ اسٹیٹ بینک میں جمع کرادیا جائے تو اس کے بعد کسی وقت اس کو واپس لینا بھی قانوناً ممکن نہیں۔ اب حکومت نے یہ فارن ایکسچینج بیئرر سرٹیفکیٹ اس مقصد سے جاری کئے ہیں کہ جو شخص باہر سے زرِمبادلہ لاکر ان کے بدلے یہ سرٹیفکیٹ حاصل کرلے تو اس کو تین فوائد حاصل ہوتے ہیں:۔

پہلا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس سرٹیفکیٹ کو دکھا کر اس کا حامل جب چاہے کسی بھی ملک کی کرنسی تبادلے کے دن کی قیمت کے اعتبار سے وصول کرسکتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سال بھر تک یہ سرٹیفکیٹ اپنے پاس رکھے تو وہ اسے ساڑھے بارہ فیصد نفع کے ساتھ پاکستانی روپیہ میں بھنا سکتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ سال گزرنے سے پہلے یا کسی بھی وقت وہ اس کو بازار حصص (اسٹاک ایکسچینج) میں جس قیمت پر چاہے فروخت کرسکتا ہے۔

چونکہ اس سرٹیفکیٹ کی وجہ سے اس کے حامل کو زرِمبادلہ حاصل کرنیکا استحقاق پیدا ہوجاتا ہے اس لئے عام طور پر اسٹاک ایکسچینج میں لوگ اسے زیادہ قیمت پر خرید لیتے ہیں۔ مثلاً سو روپیہ کا سرٹیفکیٹ ایک سو دس روپیہ میں بک سکتا ہے۔

سرٹیفکیٹ کو دیکھنے اور اس کے متعلق مطبوعہ معلومات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ سرٹیفکیٹ غیر ملکی زرمبادلہ کی رسید نہیں، بلکہ اس پاکستانی روپیہ کی رسید ہے جو کسی باہر سے آنے والے کو زرمبادلہ حکومت کو حوالہ کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عام پاکستانی روپے یا اس کی نمائندگی کرنے والے تمسکات کی بنیاد پر زرمبادلہ حاصل کرنے کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا، لیکن اس سرٹیفکیٹ کے حامل کو زرمبادلہ کے حصول کا استحقاق حاصل ہے۔ لہٰذا فقہی اعتبار سے اس کی صورت یہ بنی کہ:۔

حکومت نے باہر سے آنے والا زرمبادلہ پاکستانی روپیہ کے عوض میں خرید لیا، لیکن یہ پاکستانی روپیہ فوراً ادا کرنے کے بجائے اسے اپنے ذمے میں دین بنالیا اور اس دین کی توثیق کے لئے یہ سرٹیفکیٹ جاری کردیا۔ اور اس کے حامل کو یہ اختیار دیدیا کہ اگر وہ چاہے تو یہ دین اپنے اصل پاکستانی روپے کی شکل میں وصول کرے یا اگر چاہے تو ادائیگی کے دن کی قیمت کے لحاظ سے زرمبادلہ کی شکل میں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ سرٹیفکیٹ، حامل کے اس پاکستانی روپے کا وثیقہ ہے جو حکومت

کے ذمہ دین ہے۔ اب اگر حکومت ایک سال کے بعد یہ سو روپے کا وثیقہ ایک سو ساڑھے بارہ روپیہ میں لیتی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دین پر ساڑھے بارہ فیصد زیادتی ادا کر رہی ہے جو شرعاً واضح طور پر سُود ہے ـــــ اسی طرح اگر اس سرٹیفکیٹ کا حامل یہ وثیقہ بازار حصص میں اس کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے تو اس کے معنی بھی یہ ہوئے کہ وہ اپنا دین زیادہ قیمت پر دوسرے کو فروخت کر رہا ہے اور یہ معاملہ بھی سُود ہونے کی بنا پر ناجائز ہے۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ سرٹیفکیٹ غیر ملکی زر مبادلہ کی رسید ہے اور اس وجہ سے اس کو پاکستانی روپیہ میں کسی بھی طے شدہ نرخ پر فروخت کرنا جائز ہونا چاہیئے ـــــ اس لئے کہ یہ غیر ملکی زر مبادلہ کی رسید نہیں ہے جس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اس سرٹیفکیٹ پر غیر ملکی زر مبادلہ کے بجائے صراحۃً پاکستانی روپے کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سرٹیفکیٹ کے ذریعہ جب کبھی زر مبادلہ حاصل کیا جائے تو اتنا زر مبادلہ نہیں ملے گا جس کے بدلے یہ سرٹیفکیٹ حاصل ہوا تھا۔ بلکہ تبادلہ کے دن، غیر ملکی زر مبادلہ کے نرخ کے مطابق زر مبادلہ دیا جائیگا۔ مثلاً کسی شخص نے پچیس ۲۵ سعودی ریال دے کر سو روپے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور چھ ماہ بعد وہ سرٹیفکیٹ کے بدلے سعودی ریال حاصل کرنا چاہتا ہے جبکہ سعودی ریال مہنگا ہو چکا ہے، تو اُسے اتنے سعودی ریال دیئے جائیں گے جتنے اُس روز سو پاکستانی روپے میں حاصل ہوتے ہوں۔ مثلاً اُس دن کی شرح تبادلہ اگر ۲۳ ریال ہو تو اُسے اس سرٹیفکیٹ کے ذریعہ ۲۳ ریال ہی حاصل ہوں گے، پس یہ واضح دلیل ہے کہ یہ سرٹیفکیٹ، سعودی ریال کا وثیقہ نہیں بلکہ پاکستانی روپے کا وثیقہ ہے۔

لہٰذا اس سرٹیفکیٹ کو اس بنا پر خریدنا کہ اُسے زیادہ قیمت پر اسٹاک ایکسچینج میں بیچ دیا جائیگا یا سال بھر گزرنے کے بعد اس پر حکومت سے ساڑھے بارہ فیصد نفع حاصل کیا جائیگا، سودی معاملہ ہونے کی بنا پر قطعاً ناجائز و حرام ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس غرض سے سرٹیفکیٹ خریدے کہ بوقتِ ضرورت اس کے ذریعہ زر مبادلہ حاصل ہو سکے اور اُسے اسٹاک ایکسچینج میں فروخت کرنے یا حکومت سے اس پر منافع حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو تو اس غرض سے خریدنے کی گنجائش ہے، لیکن خریدنے کے بعد اُسے زیادہ قیمت پر بیچنا یا اُس پر حکومت سے منافع حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم

احقر

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴

۲۲-۸-۱۴۰۸ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح

قبولیت دعا کی شرائط
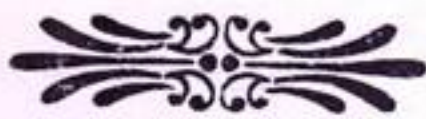
معارف القرآن ❁ سورۂ مؤمن ❁ آیت ۴۷ تا ۶۰

معارف و مسائل

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ——— اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور مؤمنین کی مدد کیا کرتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مدد بمقابلہ مخالفین اور اعداً کے مقصود ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے متعلق تو اس کا وقوع ظاہر ہے مگر بعض انبیاء علیہم السلام جیسے یحییٰ و زکریا و شعیب علیہم السلام جن کو دشمنوں نے شہید کر دیا۔ یا بعض کو وطن چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کرنا پڑی۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق شبہ ہو سکتا ہے۔

ابن کثیر نے بحوالہ ابن جریر اس کا جواب دیا ہے کہ آیت میں نصرت سے مراد انتصار اور دشمنوں سے انتقام لینا ہے۔ خواہ ان کی موجودگی میں اُن کے ہاتھوں سے یا ان کی وفات کے بعد۔ یہ معنی تمام انبیاء و مؤمنین پر بلا کسی استثناء کے صادق ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے انبیاء کو قتل کیا پھر وہ کیسے کیسے عذابوں میں گرفتار کر کے رسوا کئے گئے، اس سے تاریخ لبریز ہے، حضرت یحییٰ، زکریا اور حضرت شعیب علیہم السلام کے قاتلوں پر اُن کے دشمنوں کو مسلط کر دیا۔ جنہوں نے ان کو ذلیل و خوار کر کے قتل کیا۔ نمرود کو اللہ نے کیسے عذاب میں پکڑا عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ نے روم کو مسلط کر دیا۔ جنہوں نے ان کو ذلیل و خوار کیا اور پھر قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو دشمنوں پر غالب فرمائیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں زیر کیا۔ ان کے سرکش سردار مارے گئے۔ کچھ قید کر کے لائے گئے، باقی ماندہ فتح مکہ میں گرفتار کر کے لائے گئے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔ آپ کا کلمہ دنیا میں بلند ہوا اور دین سب ادیان پر غالب

آیا۔ پورے جزیرۃ العرب پر آپ کے زمانے ہی میں اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔

یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ ۔ یعنی جس دن کھڑے ہوں گے گواہ، مراد یوم قیامت ہے، وہاں تو انبیاء و مؤمنین کے لئے نصرتِ الٰہیہ کا خصوصی ظہور ہوگا۔

اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْهِ ۔ یعنی یہ لوگ جو اللہ کی آیات میں بغیر کسی حجت و دلیل کے جدال کرتے ہیں اور مقصد دراصل اس دین سے انکار کرنا ہے۔ جس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے یہ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اپنی بے وقوفی سے یوں سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ بڑائی ہمیں اپنے مذہب پر قائم رہنے سے حاصل ہے اس کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں گے تو ہماری یہ ریاست واقتدار نہ رہے گا۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ مَا ھُمْ بِبَالِغِیْهِ ۔ یعنی یہ اپنی مزعومہ بڑائی عظمت اور ریاست کو اسلام لائے بغیر نہ پاسکیں گے۔ البتہ اسلام لے آتے تو عزت و عظمت ان کے ساتھ ہوتی۔ (قرطبی)

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۔

دُعا کی حقیقت اور اس کے فضائل و درجات اور شرطِ قبولیت دُعا کے لفظی معنیٰ پکارنے کے ہیں اور اکثر استعمال کسی حاجت و ضرورت کے لئے پکارنے میں ہوتا ہے۔ کبھی مطلق ذکر اللہ کو بھی دعا کہا جاتا ہے یہ آیت امتِ محمدیہ کا خاص اعزاز ہے کہ ان کو دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور اس کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا اور جو دُعا نہ مانگے اس کے لئے عذاب کی وعید آئی ہے۔

حضرت قتادہؓ نے کعب احبارؓ سے نقل کیا ہے کہ پہلے زمانے میں یہ خصوصیت انبیاءؑ کی تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا تھا کہ آپ دُعا کریں میں قبول کروں گا۔ امتِ محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ حکم تمام اُمت کے لئے عام کر دیا گیا۔ (ابن کثیر)

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ الدُّعَاءَ ھُوَ الْعِبَادَةُ ۔ یعنی دعا عبادت ہی ہے اور پھر آپ نے استدلال میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ ۔ (رواه الامام احمد والترمذی والنسائی وابوداؤد وغیرہ - ابن کثیر)

تفسیر مظہری میں ہے کہ جملہ اِنَّ الدُّعَاءَ ھُوَ الْعِبَادَةُ ۔ میں بقاعدہ عربیت (قصر المسند علی المسند الیہ) یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ دعا عبادت ہی کا نام ہے یعنی ہر دُعا عبادت ہی ہے اور (قصر المسند الیہ علی المسند کے طور پر) یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ ہر عبادت ہی دُعا ہے یہاں دونوں احتمال ہیں اور مراد یہاں یہ ہے کہ دُعا اور عبادت اگرچہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے دونوں جدا جدا ہیں۔ مگر مصداق کے اعتبار سے دونوں متحد ہیں کہ ہر دُعا عبادت ہے اور ہر عبادت دُعا ہے وجہ یہ ہے کہ عبادت نام ہے کسی کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرنے کا اور ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلانا بڑا تذلل ہے جو مفہوم عبادت کا ہے۔ اسی طرح ہر عبادت کا حاصل بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت اور دنیا و آخرت کی عافیت مانگنا ہے۔ اسی لئے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میری حمد وثنا میں

اتنا مشغول ہو کہ اپنی حاجت مانگنے کی بھی اُسے فرصت نہ ملے۔ میں اُس کو مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا (یعنی اُس کی حاجت پوری کر دوں گا) (رواہ الجزری فی النہایہ) اور ترمذی و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

مَنْ شغلہ القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین۔ یعنی جو شخص تلاوت قرآن میں اتنا مشغول ہو کہ مجھ سے اپنی حاجات مانگنے کی بھی اسے فرصت نہ ملے تو میں اس کو اتنا دوں گا کہ مانگنے والوں کو بھی اتنا نہیں ملتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت بھی وہی فائدہ دیتی ہے جو دُعا کا فائدہ ہے

اور عرفات کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفات میں میری دُعا اور مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام کی دُعا (یہ کلمہ ہے) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (رواہ ابن ابی شیبہ مظہری)

اس میں عبادت اور ذکر اللہ کو دُعا فرمایا ہے اور اس آیت میں عبادت یعنی دُعا کے ترک کرنے والوں کو جو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے وہ بصورت استکبار ہے یعنی جو شخص بطور استکبار کے اپنے آپ کو دُعا سے مستغنی سمجھ کر دُعا چھوڑ دے یہ علامت کفر کی ہے اس لئے وعید جہنم کا [illegible]ت ہوا۔ ورنہ فی نفسہٖ عام دعائیں فرض و واجب نہیں، ان کے ترک کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ البتہ باجماع علماء مستحب اور افضل ہے (مظہری) اور حسب تصریح احادیث موجب برکات ہے۔

فضائل دُعا: ——— حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ حاکم عن ابی ہریرۃ)

حدیث: ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی عن انس رض)

حدیث: ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال اور حاجت طلبی کو پسند فرماتا ہے اور سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ سختی کے وقت آدمی فراخی کا انتظار کرے (ترمذی عن ابن مسعود رض)

حدیث: ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے (ترمذی۔ ابن حبان۔ حاکم)

ان سب روایات کو تفسیر مظہری میں نقل کر کے فرمایا کہ دعا نہ مانگنے والے پر غضب الٰہی کی وعید اس صورت میں ہے کہ نہ مانگنا تکبر اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھنے کی بنا پر ہو جیسا کہ آیت مذکورہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ۔ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث: ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا سے عاجز نہ ہو کیونکہ دُعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ (ابن حبان۔ حاکم عن انس رض)

حدیث: ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے (حاکم فی المستدرک عن ابی ہریرۃ رض)

حدیث ـــــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھول دیئے گئے اُس کے واسطے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا اس سے زیادہ محبوب نہیں مانگی گئی کہ انسان اُس سے عافیت کا سوال کرے (ترمذی۔ حاکم ابن عمرؓ) لفظ عافیت بڑا جامع لفظ ہے جس میں بلاؤں سے حفاظت اور ہر ضرورت و حاجت کا پورا ہونا داخل ہے۔

مسئلہ: ـــــــ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا مانگنا حرام ہے وہ دعا اللہ کے نزدیک قبول بھی نہیں ہوتی۔ (کما فی الحدیث عن ابی سعید الخدری رض)

قبولیتِ دُعا کا وعدہ آیت مذکورہ میں اس کا وعدہ ہے کہ جو بندہ اللہ سے دُعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے مگر بعض اوقات انسان یہ بھی دیکھتا ہے کہ دعا مانگی وہ قبول نہیں ہوئی۔ اس کا جواب ایک حدیث میں ہے جو حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جو بھی دعا اللہ سے کرتا ہے اللہ اس کو عطا فرماتا ہے۔ بشرطیکہ اُس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کی دُعا نہ ہو، اور قبول فرمانے کی تین صورتوں میں سے کوئی صورت ہوتی ہے ایک یہ کہ جو مانگا وہی مل گیا، دوسرے یہ کہ اس کی مطلوب چیز کے بدلے اس کو آخرت کا کوئی اجر و ثواب دیدیا گیا۔ تیسرے یہ کہ مانگی ہوئی چیز تو نہ ملی مگر کوئی آفت و مصیبت آنے والی تھی وہ ٹل گئی (مسند احمد، مظہری)

قبولیتِ دُعا کی شرائط

آیت مذکورہ میں تو بظاہر کوئی شرط نہیں۔ یہاں تک مسلمان ہونا بھی قبولیتِ دعا کی شرط نہیں ہے کافر کی دُعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ ابلیس کی دُعا تا قیامت زندہ رہنے کی قبول ہوگئی۔ نہ دعا کے لئے کوئی وقت شرط نہ طہارت اور نہ باوضو ہونا شرط ہے۔ مگر احادیث معتبرہ میں بعض چیزوں کو موانع قبولیت فرمایا ہے۔ ان چیزوں سے اجتناب لازم ہے جیسا کہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض آدمی بہت سفر کرتے اور آسمان کی طرف دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یارب یارب کہہ کر اپنی حاجت مانگتے ہیں مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام۔ ان کو حرام ہی سے غذا دی گئی تو اُن کی دُعا کہاں قبول ہوگی (رواہ مسلم)

اسی طرح غفلت و بے پروائی کے ساتھ بغیر دھیان دئے دعا کے کلمات پڑھیں تو حدیث میں اس کے متعلق بھی آیا ہے کہ ایسی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ رض)

رمضان کا ایک روزہ چھوڑنے کا ناقابلِ تلافی نقصان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا:
"جو آدمی سفر، بیماری وغیرہ کی
شرعی رخصت کے بغیر رمضان
کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیگا وہ
اگر اسکے بجائے عمر بھر بھی روزے
رکھے تو اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔" (مسند احمد)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ
ہے کہ شرعی عذر کے بغیر رمضان
کا ایک روزہ دانستہ چھوڑنے سے
رمضان المبارک کی خاص برکتیں اور
اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمتوں سے
جو محرومی ہوتی ہے، عمر بھر نفل روزہ
رکھنے سے بھی اس محرومی کی تلافی نہیں ہو سکتی۔
پس جو لوگ بے پرواہی کیساتھ رمضان کے روزے
چھوڑتے ہیں وہ سوچیں کہ اپنے کو وہ کتنا
نقصان پہنچاتے ہیں۔

باپردہ عورتوں کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اُسے شیطان تکنے لگتا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اُس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔ (الترغیب والترھیب)

اِسلام نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر رہیں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردے کا اہتمام کرے، خوشبو لگا کر نہ نکلے اور راستہ کے درمیان نہ چلے، نگاہیں نیچی رکھے، بن ٹھن کر نہ نکلے۔

خطاب

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی زید مجدہم

مرسلہ: سید فہیم الحسن تھانوی

ترتیب و تہذیب: مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی

"مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، اکتوبر ۸۷ کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں ہندوستان و پاکستان کے جید علماء و صلحاء نے شرکت فرمائی اور سامعین کو اپنے بیان اور نصائح سے مستفید فرمایا۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی نے بھی جمعے کے روز جمعے سے قبل سامعین کو اپنے ملفوظات سے مستفید فرمایا قارئین البلاغ کے استفادے کے لئے آنحضرت کا بیان قلمبند کر کے خدمت میں حاضر ہے۔ خدا تعالیٰ اسے نافع فرمائے آمین۔"

الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ۔ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہٗ فلا ھادی لہٗ و نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و نشھد ان سیدنا و سندنا و مولانا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

بزرگان محترم، حضرات علماء کرام و برادران عزیز میرے لئے یہ بڑی سعادت ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے مجلس صیانۃ المسلمین کے اکابر حضرات کے حسن ظن کی بناء پر اس کے سالانہ اجتماعات کی افتتاحی مجلس میں نہ صرف شرکت کی توفیق عطا فرمائی بلکہ اس مجلس میں آپ حضرات سے

خطاب کا موقع بھی عطا فرمایا۔ یہ ہمارے بزرگوں کی ذرہ نوازی ہے اور حوصلہ افزائی ہے کہ مجھ جیسے طفلِ مکتب، بے علم اور بے عمل انسان سے اس اجلاس کی افتتاحی تقریر کرائی جا رہی ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ دل اپنی حالت پر شرمندہ ہے اور بزرگوں کی اس حوصلہ افزائی اور کرم فرمائی پر نادم ہوں مگر اس شرمندگی کے باوجود یہ سمجھتا ہوں کہ ان بزرگوں کا یہ فیصلہ میری ہمت افزائی کا باعث ہے۔ اس طرح کہ آدمی علم وعمل میں اگرچہ کتنا ہی کمزور ہو لیکن بزرگوں کا حسنِ ظن اور ان کی توجہات وعنایات ایسی بابرکت ہوتی ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے ایک بے کار انسان ان کی عنایات کے طفیل ایک کارآمد انسان بن جاتا ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید ایسے ہی موقع کے لئے فرمایا تھا کہ جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ "بنظر کیمیا کنند"، یعنی بزرگوں کی نظر پتھر کو بھی کیمیا بنا دیتی ہے۔ اس لئے بہرحال یہ میری بڑی سعادت ہے۔ خاص طور پر ہمارے شیخ المشائخ اور ہمارے پاکستان کے تمام علماء، اور مشائخ کی نظروں اور امیدوں کا مرکز حضرت مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم یہاں تشریف فرما ہیں جو حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خلفاء ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں اور اب پاکستان میں صرف ایک ہی شخصیت باقی ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ یہ ہم سب کی بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ اس اجتماع میں ہمارے یہ محترم بزرگ تشریف فرما ہیں جو میرے لئے فالِ نیک اور باعثِ اطمینان بھی ہے کیونکہ بزرگوں کی خدمت میں رہتے ہوئے اگر کوئی کام کیا جائے تو اس میں برکت بھی ہوتی ہے اور غلطی ہو جائے تو اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔

آج اس اجتماع کے ساتھ ساتھ مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجلاس کا افتتاح ہو رہا ہے مجلس صیانۃ المسلمین کیا ہے؟ اس مجلس کا نام ہے "صیانۃ المسلمین"، مسلمین کے معنی تو سب جانتے ہیں، مسلم کی جمع ہے یعنی "مسلمان حضرات"۔ لیکن "صیانۃ"، کا لفظ اردو میں معروف نہیں عربی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں "حفاظت"۔ تو "صیانۃ المسلمین" کے معنی ہیں "حفاظت مسلمین" "مسلمانوں کی حفاظت"۔ یہ ترجمہ ہے صیانۃ المسلمین کا۔ یہ وہ بابرکت تنظیم ہے جس کے بانی حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی ذات بابرکات اور نام نامی سے کون مسلمان ہے جو واقف نہیں خاص طور پر اس اجتماع میں تو سبھی حضرات ان سے گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ حکیم الامت بھی تھے، مجدد ملت بھی تھے۔ حکیم الامت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ان کے دور میں جو بیماریاں دینی اعتبار سے، انفرادی، یا اجتماعی طور پر پیدا ہو گئی تھیں۔ مسلمانوں کے دین میں جو کمزوریاں آ گئی تھیں۔ ان کے عقائد میں جو خطائیں پیدا ہو گئی تھیں اور بدعتوں کا عمل دخل ہو گیا تھا۔ ان سب کا حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علاج فرمایا۔ وہ اس امت کے حکیم تھے ان کی نظر، ان کا ہاتھ اس ملت کی نبض پر تھا اس نبض کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ حکیم الامت حضرت تھانوی کی

تعلیمات اور تربیت کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ مجدد الملت تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر سو سال کے بعد اللہ جل شانہٗ اس امت میں ایک ایسا مجدد پیدا فرمائیگا جو دین کی تجدید کرے گا۔ یعنی پچھلے سو سال جو دینی کمزوریاں مسلمانوں میں پیدا ہوئی تھیں۔ خواہ وہ فکری الجھنیں ہوں علمی کمزوریاں ہوں یا ذہنی غفلت ہو، وہ ان سب کا علاج تجویز کرے گا اور ان سب میں امت کی رہنمائی کرے گا اور یہ کام انہوں نے بفضلہ تعالیٰ بوجہ احسن پورا کیا۔ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس اللہ سرہٗ کو "مجدد ملت" کا خطاب عوام نے کسی جلوس یا کسی جلسے میں نہیں دیا تھا اور نہ یہ محض اتفاقی واقعہ ہے بلکہ یہ خطاب امت کے علماء، صوفیاء، فقہاء، اولیاء صاحب کشف و کرامات بزرگوں کی زبانوں پر جاری ہو گیا، جس عالم نے جس مصلح نے۔ جس بزرگ نے اور جس ولی نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا، مواعظ سنے یا انکو پڑھا وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ وہ "مجدد الملت" تھے۔ اور اللہ جل شانہٗ نے ان کو جو حکمت اور دین کی فراست عطا فرمائی تھی جس کے ساتھ انہوں نے اس امت کی رہنمائی فرمائی اس نے بے اختیار تمام مسلمانوں کی زبانوں پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ حکیم الامت کا لفظ بھی جاری کر دیا تو وہ حکیم الامت بھی ہیں مجدد ملت بھی ہیں یہ پوری صدی جو گزری ہے ۱۳۰۰ھ ہجری سے ۱۴۰۰ھ ہجری تک۔ یعنی چودھویں صدی اس پوری صدی میں برصغیر ہند و پاکستان میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ کسی بھی شعبے میں کسی نے اتنی تصانیف چھوڑی ہوں جتنی حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھوڑی ہیں بہت سے لوگوں کو معلوم ہے ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار سے زائد تصنیفات چھوڑی ہیں جو صرف چھوٹے چھوٹے رسالے نہیں بلکہ ان میں ضخیم ضخیم کتابیں بھی ہیں ایک ایک کتاب کئی کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ اور حکیمانہ تصانیف موجود نہ ہوں۔

خانقاہ تھانہ بھون میں ظہر کے بعد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوتی تھی۔ اس مجلس میں علوم و معارف کے دریا بہتے تھے، علماء، فقہاء، محدثین، صوفیاء، بڑے بڑے مایہ ناز اکابر زانوئے تلمذ طے کئے بیٹھے تھے۔ ذرا تصور تو کیجئے کون بیٹھا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور زانوئے تلمذ طے کئے بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ اعلاء السنن جن کی تصنیف ہے اور وہ اٹھارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔ جس کو آجکل کے تمام علماء مشرق و مغرب نے احادیث کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا ہے۔ وہ زانوئے تلمذ طے کئے بیٹھے ہیں۔ اور کون بیٹھا ہے، حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس میں موجود ہیں حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی، صاحب سیرت النبیؐ، ہمہ تن گوش بیٹھے ہیں بانی پاکستان شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوش بر آواز بیٹھے ہیں۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند بیٹھے ہیں۔ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب تشریف فرما ہیں، حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ العالی تشریف فرما ہیں۔ اکابر علماء ہیں سب کے

سب باادب بیٹھے ہیں، نظریں حضرت پر لگی ہیں اور حضرت علوم و معارف کے دریا بہا رہے ہیں جس سے یہ سب حضرات اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اس مجلس میں حضرت جو ارشاد فرما رہے ہیں اور جو جو کلمات منہ سے ادا ہو رہے ہیں یہ اکابر علماء ان ملفوظات کو قلمبند فرما رہے ہیں۔ کوئی لوحِ قلب پر لکھ رہا ہے کوئی کاپی پر۔ عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ان حضرات کو دیکھتا جو حضرت کے ملفوظات قلمبند کرتے تھے ان پر مجھے رشک آتا تھا دل چاہتا میں بھی لکھوں لیکن میری حالت یہ تھی کہ میں لکھنے پر قادر نہیں تھا کیونکہ حضرت کی طرف سے نظر ہٹا ہی نہیں سکتا تھا اور لکھنے کے لئے کاغذ کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے۔ تو ایک دفعہ میں نے اپنی اس الجھن کا ذکر حضرت سے کیا کہ مجھے رشک آتا ہے ان حضرات پر۔ بڑے بڑے بزرگ ہیں یہ ملفوظات کی نقل کرتے ہیں، لکھتے ہیں ان کے پاس تو محفوظ ہو جائیں گے۔ مجھے تو یاد بھی نہیں ــــــ رہیں گے بھول جاؤں گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ملفوظات رٹنے کی چیز نہیں ہوتی (الفاظ یاد نہیں رہے مفہوم ادا کر رہا ہوں) جس ملفوظ کو تمہارا دل قبول کرے اور وہ تمہارے دل میں اُتر جائے وہ تمہارا ہو گیا۔ جب زندگی میں اس ملفوظ کے متعلق تمہیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو وہ ملفوظ تمہیں خود یاد آجائے گا اور پھر فرمایا تم خود ہی کیوں نہ صاحب ملفوظات بن جاؤ؟ گویا یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کو بشارت تھی کہ ان شاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہارے ملفوظات بھی اسی طرح لوگوں میں پھیل جائیں گے۔ تمہارے فیوض بھی اسی طرح جاری ہو جائیں گے جو درحقیقت میرے ہی بتائے ہوئے علوم و معارف ہیں۔

خیر یہ ملفوظات قلمبند ہو رہے ہیں۔ یہ ملفوظات کتنی جلدوں میں شائع ہوئے ہیں؟ نو ضخیم جلدوں میں ایک مرتبہ الافاضات یومیہ کے نام سے شائع ہوئے تھے۔ اور بھی ملفوظات کے کتنے مجموعے مختلف ناموں سے شائع ہو چکے ہیں اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو میرا اندازہ یہ ہے کہ ۱۲، ۱۳ جلدوں سے بھی زائد میں سمائیں گے۔ تو خانقاہِ تھانہ بھون کی اس مجلس میں جو کام ہو رہے تھے ان کا ایک سلسلہ تو یہ ملفوظات ہیں جن میں تصوّف کی دقیق ترین مشکل ترین گرہوں کو کھولا جاتا تھا اور الجھنوں کو سُلجھایا جاتا تھا اور وہ قلمبند ہو رہے تھے اور آج تک شائع ہو رہے ہیں اسی مجلس میں ایک کام اور ہو رہا تھا۔ اور وہ یہ کہ آئی ہوئی ڈاک رکھی ہے حضرت ڈاک بھی دیکھتے جا رہے ہیں حضرت کے خدام، ان کے مریدین، خلفاء اور خصوصی متعلقین کے خط آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنی طرح طرح کی ذہنی الجھنیں، قلبی الجھنیں اور باطنی الجھنیں لکھی ہیں اور ان کا حل مانگا ہے اور حضرت اس ڈاک کا جواب بھی لکھتے جا رہے ہیں۔ یہ ڈاک کا جواب کیا ہے؟ ایک عجیب و غریب مطب ہے۔ اس کے اندر باطنی بیماریوں کی تشخیص ہو رہی ہے ان کا تیر بہدف علاج تجویز ہو رہا ہے۔ جس سے دور بیٹھے مریضوں کو شفا مل رہی ہے۔ ان خطوط میں سے خاص خاص خطوط کو جمع کر کے شائع کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس طرح کہ اوّل انکو نقل کرایا جاتا ہے پھر ماہوار رسالوں میں بالاقساط شائع کیا جاتا ہے اگر تمام خطوط کو جمع کر دیا جاتا تو ایک

لائبریری بھر جاتی لیکن خاص خاص خطوط جن میں اکابر علماء نے اپنی پریشانیاں پوچھی تھیں بڑے درجے کے اصحاب نسبت اولیاء اللہ نے اور خصوصی متعلقین نے اپنے مسائل پوچھے تھے، صرف ان کو شائع کرنے کا انتظام کیا گیا جو اولاً تو ماہانہ رسالہ میں شائع ہوتے رہے۔ پھر ان کو کتابی شکل میں تربیت السالک کے نام سے شائع کیا گیا۔ اور وہ ضخیم ضخیم تین جلدوں میں سمائے تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ یہ سلسلہ بھی چل رہا ہے۔ اسی ڈاک کے اندر کچھ لوگ فقہی مسئلے پوچھ رہے ہیں۔ جائز ناجائز کے مسئلے پوچھ رہے ہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کا جواب بھی ارشاد فرمارہے ہیں۔ مشکل ترین مسائل ہیں جدید زمانے نے جو مسائل پیدا کئے ہیں ان کا حل پوچھا جا رہا ہے۔ اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کا جواب بھی اسی مجلس میں بیٹھے تحریر فرمارہے ہیں ان مسائل میں سے خاص خاص مسائل کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا تو وہ چھ ضخیم جلدوں امداد الفتاویٰ کے نام سے شائع ہوئے۔ یہ تو ایک مجلس کا کارنامہ ہے جو ظہر کے بعد سے عصر تک ہوا کرتی تھی۔ اس کے اندر اتنے بڑے تحقیقی کارنامے انجام دیئے گئے۔

اس کے علاوہ جو مستقل تصنیفات فرمائیں جن کے لئے خاص خاص وقت مقرر تھے۔ انہی تصانیف کے اندر قرآن کریم کی تفسیر بیان القرآن بھی ہے آپ کی تصانیف مختلف علوم وفنون اور مختلف زبانوں میں ہیں ان تصانیف کی کل تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ حال ہی میں ان کتابوں کی فہرست چھپی ہے جس میں ہر تصنیف کا مختصر تعارف بھی ہے کہ کونسی کتاب کس مضمون میں ہے یہ فہرست خود ایک ضخیم کتاب بن گئی ہے۔ ان تصانیف میں رسمی باتیں نہیں۔

ہمارے مرشد ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں عام طور سے منع فرمایا کرتے تھے کہ کسی جگہ وعظ وغیرہ کہنے نہ جایا کرو۔ کچھ عرصے کے لئے منع فرمادیا تھا۔ لیکن بعض لوگ حضرت سے اصرار کرکے اجازت لے لیتے تھے۔ میرے لئے بھی اور مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کے لئے بھی جو میرے بھائی ہیں بارہا ایسا ہوا کہ میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے عرض کی کہ آپ کے فرمانے پر فلاں جگہ تقریر کے لئے جارہا ہوں آپ نصیحت فرمادیجئے تو ایک نصیحت ہمیشہ فرمائی کہ رسمی تقریر نہ کرنا۔ رسمی باتیں نہ کرنا بلکہ زخم پر مرہم لگاؤ، جہاں جاؤ وہاں دیکھو کہ زخم کہاں ہے۔ درد کہاں کہاں ہے، وہاں مرہم لگاؤ رسمی باتیں چھوڑو۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مواعظ اور تمام تصانیف کا حاصل یہ ہے کہ جہاں جہاں درد دیکھا ہے امت میں جہاں جہاں بگاڑ دیکھا ہے اسی کی اصلاح کے لئے، حق بات حق نیت سے، حق طریقے سے کہی ہے جس کا اثر ہوکر رہا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی پاکستان جنہوں نے پاکستان کا پرچم قیام پاکستان کے دن ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے دست مبارک سے پاکستان کی فضاؤں میں لہرایا تھا ان کا ایک ملفوظ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار سُنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وعظ ونصیحت کا اثر نہیں ہوتا ہم تقریر کرتے ہیں، وعظ تذکیر کرتے ہیں مگر اس زمانے میں وعظ وتقریر کا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا، فرمایا یہ کہنا بالکل غلط

ہے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ "وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ" یعنی آپ نصیحت کریں کیونکہ نصیحت سے ایمان والوں کو فائدہ ہوتا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا کہ وعظ ونصیحت سے فائدہ ضرور ہوتا ہے پھر فرمایا کہ البتہ فائدہ پہنچنے کی تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ بات حق ہو جس کی آپ نصیحت کر رہے ہیں دوسرے یہ کہ آپکی نیت حق ہو یعنی اپنی برتری کا اظہار یا مخاطب کی رسوائی مقصود نہ ہو بلکہ مخاطب کی اصلاح مقصود ہو اور اسکی خیرخواہی پیش نظر ہو تیسرے یہ کہ وعظ ونصیحت کا طریقہ حق ہو یعنی کہ طریقہ سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق ہو کہ نصیحت کا انداز نرم ہو بات موقع محل کے مطابق ہو بات حکمت سے ایسے انداز میں کہی جائے کہ مخاطب کو اسے قبول کرنا آسان ہو جائے جب یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی یعنی حق بات، حق نیت حق طریقے سے کی جائے گی تو اس کا فائدہ ضرور ہوگا تھوڑا ہو یا زیادہ فوراً ہو یا بعد میں نصیحت بے فائدہ نہیں رہے گی۔ ہماری بات کا مسلمانوں پر جو اثر نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی تو وہ بات ہی غلط ہوتی ہے۔ شریعت کے مطابق نہیں ہوتی۔ کبھی بات تو حق ہوتی ہے نیت حق نہیں ہوتی اور کبھی نیت بھی حق ہوتی ہے مگر کہنے کا طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہوتا سخت کلامی ہو جاتی ہے جس سے مخاطب ضد پر اور اپنے دفاع پر اتر آتا ہے یا بھونڈے انداز میں بے موقع بات کی جاتی ہے جسکا اثر نہیں ہوتا۔

اسی وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس صیانۃ المسلمین کا خاکہ مرتب فرمایا تھا تاکہ اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی جو ذمہ داری قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت پر ڈالی ہے اس کے لئے محنت اور کوشش کو منظم کیا جائے اور سنت کے مطابق اس فریضے کو موثر انداز میں ادا کیا جاسکے۔ اس کے لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس کے اصول وضوابط بھی خود ہی مرتب فرمائے تھے چنانچہ بحمد اللہ اس پر عمل شروع ہوا۔ سب سے پہلے اس پر عمل تھانہ بھون میں شروع ہوا تھا اور پھر مولانا جلیل احمد صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو آگے بڑھایا جو حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے چہیتے خلیفہ تھے حضرت کو ان سے خاص تعلق تھا حتیٰ کہ ایک موقع پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو متبنیٰ بناتا یعنی کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بناتا تو مولانا جلیل احمد صاحب کو بناتا۔ وہ "پیارے میاں" کے نام سے مشہور تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں مجلس صیانۃ المسلمین کی ضرورت واہمیت کا شدید احساس پیدا کردیا تھا۔ اور ھندوستان میں علیگڑھ کے اندر انہوں نے عرصہ دراز تک اس سلسلے میں کوشش جاری رکھی اور جب پاکستان بنا تو اپنی ریاست کو اور اپنی تمام جائیداد کو وہیں چھوڑ کر مجلس صیانۃ المسلمین کو لے کر پاکستان آگئے۔ یہاں آکر لاہور میں اپنی اس جدوجہد کو جاری رکھا اب الحمد للہ ان کے صاحبزادے مولانا وکیل احمد صاحب شروانی مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور اور حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب سالہا سال سے اس مقدس کام میں لگے ہوئے ہیں اور بے سروسامانی کے باوجود بحمد اللہ اب یہ کام کافی آگے بڑھا ہے۔ الحمد للہ ہمارے لئے یہ بات بڑی باعث

تقویت ہے اور باعث مسرت ہے کہ اس مجلس کے صدر حضرت مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی دامت برکاتہم ہیں جو کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قریبی رشتے داری کی نسبت بھی رکھتے ہیں اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب دام ظلہم کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ اس مجلس کو جو گہری نسبت حکیم الامت حضرت تھانوی سے ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس کو بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ نسبت ہے وہ مجلس کی ضروریات واہمیت کا احساس کرے۔ اور اس کام میں ہر ممکن تعاون کرے۔

مجلس صیانۃ المسلمین کے اجلاس کا یہ افتتاحی جلسہ ہے یہ سالانہ اجلاس تین دن جاری رہے گا۔ آج عصر کے بعد انشاء اللہ مجلس ہوگی حضرت مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم اس مجلس میں تشریف فرما ہوں گے۔ اور حضرت مولانا نجم الحسن صاحب کا بیان ہوگا انشاء اللہ عشاء کے بعد جلسہ ہوگا اور اس وقت نماز جمعہ کے بعد حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند کا بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مبارک اجتماعات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان مقاصد کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے جو اس مجلس کے لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقرر فرمائے تھے تاکہ ان فتنوں کی روک تھام میں ہم بھی مقدور بھر حصہ لے سکیں جو اس وقت پوری امت مسلمہ پر ہر طرف سے یلغار کر رہے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ انتقال کر چکے، کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ میں اپنے ماں باپ پر احسان کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں چار طریقے سے تو اُن کے ساتھ احسان کر سکتا ہے۔

ایک تو ان کے حق میں دُعا کرنا۔

دوسرے جو (اچھی) وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا۔

تیسرے جو دوست اُن کے ہیں اُن کی تعظیم اور عزت کرنا۔

چوتھے، جو اُن کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا۔ (نور الصدور ص۱۲۵)

محمد تقی عثمانی

سفرِ استنبول کے تاثرات

۵

سلیمانِ اعظم:

سلیمانِ اعظم کا دَور سلطنتِ عثمانیہ کی تاریخ کا سب سے درخشاں دَور ہے، یہ خلافتِ عثمانیہ کے اُسی عروج کا زمانہ ہے جس کی حدیں زوال سے جا ملا کرتی ہیں۔ سلیمانِ اعظم نے سنہ ۹۲۶ھ سے سنہ ۹۷۴ھ تک اڑتالیس سال جس جاہ و جلال اور دَبدبے کی حکومت کی، اُس کی نظیریں تاریخِ اسلام، بلکہ تاریخِ عالم میں بھی، خال خال ہیں۔ اُس کے زمانے میں خلافتِ عثمانیہ اپنی وسعت، قوت اور خوشحالی میں اوجِ کمال کو پہنچ گئی تھی، اور شاید تاریخِ اسلام میں اتنی وسیع حکومت کسی اور کو حاصل نہ ہوئی ہو۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ تین براعظموں کے بڑے بڑے خطے اس کے زیرنگیں تھے، اور ہنگری سے لیکر بحرِ ہند تک اُس کی شوکت و عظمت کا پرچم لہراتا تھا۔

سلیمانِ اعظم بذاتِ خود بڑا عادل اور انصاف پسند انسان تھا، اُس کے عہد میں (ایک دو افسوسناک واقعات کے سوا) عدل و انصاف کا دَور دَورہ تھا، اُس نے (شاید پہلی بار) اپنی سلطنت کیلئے ایک باقاعدہ قانون مدوّن کیا تھا۔ اور اسی لئے اس کو "سلیمان قانونی" بھی کہا جاتا ہے۔ اُس کے

عدل وانصاف کی وجہ سے مسیحی علاقوں کے باشندے ترکِ وطن کر کر کے اُس کے علاقے میں آباد ہوتے تھے۔ سلطنت کے انتظام اور عدل وانصاف کے معاملے میں وہ اتنا سخت تھا کہ اس نے خود اپنے داماد فرہاد پاشا کو رشوت اور ظلم کی بنا پر ایک صوبے کی حکومت سے معزول کیا، پھر فرہاد پاشا کی بیوی اور سلیمان کی والدہ نے بڑی التجاؤں کے بعد اُسے دوبارہ مقرر کرادیا، لیکن جب اس نے دوبارہ بدعنوانیاں شروع کیں تو اُسے معزول کر کے قتل کرادیا۔

زینان معمار:

سلیمان اعظم کے مزار کے قریب ہی جامع سلیمانیہ کے معمار زینان کی قبر بھی بنی ہوئی ہے، یہ تاریخ کا وہ مشہور معمار ہے جس کو فنِ تعمیر کا امام مانا گیا ہے۔ تاریخ میں ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں ایک سو چھتیس مسجدیں، ستاون مدرسے، سات مکتب، بائیس مقبرے، بائیس طعام خانے، تین ہسپتال، چودہ پل، بیسؔ مسافر خانے، پینتیس محل، اکتالیس حمام اور آٹھ گودام تعمیر کئے۔ اس طرح ترکی میں اس کی تین سو ساٹھ یادگاریں اس کے مرنے کے بعد محفوظ رہیں[1]۔ ان یادگاروں میں جامع سلیمانیہ اس کا سب سے بڑا شاہکار ہے، جس کے بارے میں برنارڈ لوئس لکھتا ہے:

> "جامع سلیمانیہ زینان کا حسین ترین فنی شہ پارہ ہے، اور زینان باتفاق مؤرخین سب سے بڑا معمار تھا۔"[2]

کتب خانہ سلیمانیہ:

جامع مسجد کے مرکزی دروازے کے سامنے ایک وسیع عمارت اور ہے جو خلافتِ عثمانیہ کے دور میں ایک بڑے دار العلوم کے طور پر استعمال ہوتی تھی، اور اب اسے ایک کتب خانے میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ یہ کتب خانہ استنبول کے عظیم ترین کتب خانوں میں سے ہے۔ استنبول چونکہ صدیوں عالمِ اسلام کا مرکز رہا ہے، اس لئے اس کے کتب خانے بھی عالمِ اسلام کے عظیم کتب خانے شمار ہوتے ہیں، اور اب کتب خانۂ سلیمانیہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کتب خانوں کو ضم بھی کردیا گیا ہے، اور اس طرح اسکی ثروت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔

---

[1] جامع السلیمانیۃ۔ النشاۃ وخصائصہ از سلیمان ملا ابراهیم اُغلو ص ۱۲

[2] استنبول وحضارۃ الخلافۃ الإسلامیۃ۔ بترجمۃ الدکتور سید رضوان علی ص ۱۳۷

ہم نے اس کتب خانے کی بھی سیر کی، لیکن اس حسرت کے ساتھ کہ اس سے استفادے کا وقت نہیں تھا۔ یہاں ایسی کتابوں کے نادر مخطوطات کی بہت بڑی تعداد محفوظ ہے جن کا ہم نے صرف نام ہی سُنا تھا، کبھی زیارت کی نوبت نہیں آئی تھی، اور بہت سے ایسے مخطوطات بھی نظر سے گذرے جن کا نام بھی نہیں سُنا تھا۔ ایک طالب علم کیلئے یہ جگہ ایک آدھ گھنٹہ سیر کرنے کی نہیں، مہینے گذارنے کی ہے۔ میں چونکہ صحیح مسلم کی شرح لکھ رہا ہوں، اس لئے صحیح مسلم کی غیر مطبوعہ شروح جو یہاں موجود تھیں، ان کی فوٹو کاپی لینے کی کوشش کی، لیکن معلوم ہوا کہ غیر ملکیوں کیلئے اس کا ایک طویل طریق کار ہے جس پر عمل اس وقت ممکن نہ تھا، لہٰذا میں نے ڈاکٹر یوسف قلیچ سے درخواست کی کہ وہ بعد میں ان کی تصویر کراکر مجھے بھجوادیں، چنانچہ وہ ان میں سے کئی کتب رفتہ رفتہ احقر کو بھجوا رہے ہیں۔

بند بازار (قبالی جارشی)

جامع سلیمانیہ سے ہم واپس ہوٹل آگئے، عصر کے بعد خیراللہ دمرسی صاحب مجھے استنبول کے مشہور قدیم بازار قبالی جارشی لیگئے۔ یہ ایک خوبصورت مسقف بازار ہے جو سلطان محمد فاتح نے تعمیر کیا تھا۔ اس پورے بازار پر خوبصورت اور منقش محرابوں کی شکل میں پختہ چھت پڑی ہوئی ہے، اسکی وجہ سے یہ "بند بازار" کہلاتا ہے۔ پُرانے زمانے میں مسقف بازاروں کا جو رواج تھا، ان میں سے پاکستان، ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب، شام اور مصر وغیرہ کے بازار میں نے دیکھے ہیں، لیکن اپنے نظم وضبط، پختگی اور عمارتی حُسن کے لحاظ سے یہ بازار اُن سب پر فائق ہے۔ اس کا ایک مرکزی دروازہ ہے، جس میں داخل ہونے کے بعد دور تک محرابی چھتوں کا سلسلہ اور دورویہ منظم دُکانیں بڑا خوشنما منظر پیش کرتی ہیں۔ اس بازار میں ۳۲۱ دُکانیں، چھ غسل خانے، پانچ مسجدیں اور ۶۵ گلیاں ہیں۔ اور ہر قسم کی ضروریات یہاں مل جاتی ہیں۔ یہ ترکی مصنوعات کا اہم مرکز ہے۔ قیمتوں کا معیار بھی مناسب ہے، اور یہاں سے کچھ مختصر سی خریداری خاصی دلچسپ رہی۔

مدرسہ تحفیظ القرآن:

اسی روز عشاء کے بعد شیخ امین سراج صاحب کے ساتھ استنبول کے ایک مدرسے میں جانے کا پروگرام تھا، رات کا کھانا بھی وہیں کھانا تھا، اور مختصر سی تقریر بھی کرنی تھی، چنانچہ عشاء کی نماز میں نے شیخ امین سراج صاحب کے ساتھ پڑھی، اور ان کے ہمراہ اس مدرسے میں حاضری ہوئی۔ "حفظِ قرآن" کے مدرسے کے نام سے ایک چھوٹے سے مکتب کا تصور اُبھرتا ہے، لیکن

اس مدرسے کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ یہ مدرسہ ایک پانچ منزلہ عمارت میں واقع ہے، پانچوں منزلیں درسگاہوں اور طلبہ کے دارالاقامہ میں مشغول ہیں، چھ سو طلبہ اس میں مقیم ہیں، اور باہر سے آنے والے اس کے علاوہ ہیں۔ حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ اس میں ابتدائی عربی اور دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ تمام اساتذہ کی وضع قطع سے لیکر انداز و ادا تک ہر چیز سے اتباعِ سُنّت کا رنگ جھلکتا تھا۔ ان حضرات سے عربی میں گفت گو رہی، یہ سب عربی میں اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے پر قادر تھے، اور ان کی گفت گو سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ خالص دینی اور تبلیغی جذبے کے ساتھ اس مدرسے کی خدمت کر رہے ہیں۔

معیارِ تعلیم بھی ماشاء اللہ بہت اچھا معلوم ہوا۔ ہمیں ایک کشادہ ہال میں لیجایا گیا جہاں فرش پر قالین بچھا ہوا تھا، اور تقریباً سو بچے (جو ۱۰ سال سے ۱۴ سال تک کی عمر کے ہوں گے) فرش پر خوبصورت تپائیاں لئے ہوئے بڑے نظم و ضبط اور سلیقے سے بیٹھے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے۔ ایک استاذ مرکزی مسند پر تشریف فرما تھے۔ اُستاذ نے آگے بڑھکر ہمارا استقبال کیا، بچے بدستور تلاوت میں مصروف رہے۔ ہم جا کر بیٹھے تو اُستاذ نے مختصر مقدمی کلمات کے ساتھ بتایا کہ یہ وہ بچے ہیں جو حفظِ قرآن کی تکمیل کر چکے ہیں، اور دور کر رہے ہیں۔ آپ ان میں سے جس بچے سے چاہیں، اور قرآن کریم کے جس حصے سے چاہیں، قرآن کریم سُن لیجئے۔

مَیں نے ان سو بچوں میں سے مختلف جگہوں پر بیٹھے ہوئے تقریباً بیس بچوں سے قرآن کریم کی مختلف جگہوں سے تلاوت کی فرمائش کی۔ اور اُن سب سے تلاوتِ قرآن سُنکر میں حیران ہی نہیں، مسرت سے سرشار ہوگیا۔ ان بیس بچوں میں سے (جن کا انتخاب میں نے خود کیا تھا) ہر ایک نے کم سے کم ایک رکوع سُنایا، اور کسی ایک کی تلاوت میں ایک غلطی بھی نہیں آئی۔ اِدھر میں نے کسی آیت کے ابتدائی دو تین الفاظ پڑھے، اور اُدھر اس نے تلاوت شروع کر دی۔ یادداشت کی غلطی تو در کنار، کسی بچے کے مخارج اور قواعدِ تجوید میں بھی کوئی غلطی میں نہیں پکڑ سکا۔ اور لہجہ تو اس قدر دلکش کہ دل چاہتا تھا کہ یہ تلاوت رات بھر جاری رہے۔

طلبہ کے امتحان کا یہ سلسلہ ختم ہوا تو اُستاذ کی فرمائش پر تمام بچوں نے مِل کر قرآن کریم کی تعریف میں ایک عمدہ عربی ترانہ بڑے دلکش انداز میں سُنایا۔ اس ترانے کا یہ ٹیپ کا بند اُن بچوں کی مسحور کُن آواز میں آج بھی کانوں میں گونج رہا ہے:۔

غَرِّدْ يَا شِبْلَ الْإِيْمَانْ	غَرِّدْ وَاصْدَعْ بِالْقُرْآنْ
فِيْهِ الْحَقُّ وَفِيْهِ النُّوْرْ	فِيْهِ اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانْ

معلوم ہوا کہ یہ مدرسہ دینی مدارس کے ایک منظم پروگرام کا ایک حصہ ہے۔ صرف استنبول شہر میں اس قسم کے چھوٹے بڑے دو سو دس مدارس ہیں، اور پورے ترکی میں پانچ ہزار۔ ان پانچ ہزار مدارس میں رجسٹرڈ طلبہ کی تعداد چھ لاکھ ہے، اور صرف استنبول کے مدارس میں دارالاقامہ میں رہنے والے طلبہ کی تعداد چھ ہزار ہے، اور اس طرح یہ مدارس نئی نسل کو قرآنِ کریم اور ابتدائی دینیات سے روشناس کرنے کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ تمام مدارس سرکاری طور پر منظور شدہ ہیں، اور محکمۂ تعلیم سے ان پر انسپکٹر بھی مقرر ہیں۔

میں یہ مدرسہ دیکھتا اور اس کی تفصیلات سنتا رہا، اور سوچتا رہا کہ یہ وہی ملک ہے جہاں کبھی کمال اتاترک نے قرآنِ کریم کا نسخہ شیخ الاسلام کے سر پر مار دیا تھا، اور جہاں عربی زبان تو کجا، قرآن کریم کی تعلیم اور عربی زبان کی اذان تک ممنوع قرار دیدی گئی تھی۔ کمال اتاترک نے "ھیٹ وار" کے دوران یہ سمجھا تھا کہ ترکی ٹوپی کی جگہ اس قوم کو ھیٹ پہنا کر اس کا دماغ بھی تبدیل کر دیگا۔ لیکن آج اسی قوم کی نئی نسل کے چھ لاکھ بچے عربی ٹوپیاں پہنے ہوئے اپنے سینوں میں قرآنِ کریم محفوظ کر رہے ہیں، اس کی تعریف میں عربی ترانے گا رہے ہیں، اور انہوں نے اپنا پورا وجود اللہ کی اس مقدس کتاب کیلئے وقف کیا ہوا ہے۔

ترکی میں ابھی کوئی اسلامی علوم کا مکمل مدرسہ تو موجود نہیں ہے، لیکن حفظِ قرآن کے یہ مدارس جو عربی سے بھی اچھا خاصا مَس پیدا کر دیتے ہیں، بڑی زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں، اور اس سلسلے کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش علماء کی طرف سے بڑی حکمت اور تدبّر کے ساتھ جاری ہے۔

کھانے پر شہر کے دوسرے متعدد علماء بھی مدعو تھے، اُن سے دیر تک ترکی کے دینی حالات، حال اور مستقبل پر گفتگو ہوتی رہی ــــ اب تک استنبول شہر کے ماڈرن علاقوں میں جدید ترکی کا ایک ہی رُخ زیادہ سامنے آیا تھا، جو مغربیت میں ڈوبا ہوا ہے، لیکن یہ دوسرا دینی رُخ جو ترک قوم کی اکثریت کا اصل رُخ ہے اور جو اس کے ماضی و حال میں رچا ہوا ہے اور ہزار کوششوں کے باوجود اُسے فنا نہیں کیا جا سکا، آج اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ سامنے آیا، اور اس کا سُرور دیر تک دل و دماغ پر محیط رہا۔

آخری دِن:

اگلا دن استنبول میں میرے قیام کا آخری دِن تھا۔ شام کو مغرب کے وقت مجھے واپس

کراچی کیلئے روانہ ہونا تھا۔ اور آج بھی خیر اللہ دمرسی صاحب کے ہمراہ کئی جگہوں پر جانے کا پروگرام تھا۔ استنبول کے ایشیائی حصے میں ابھی تک جانا نہیں ہُوا تھا، وہاں خاص طور پر مرمرہ یونی ورسٹی بھی جانا تھا۔

چنانچہ خیر اللہ دمرسی صاحب اپنے ایک دوست کے ہمراہ صبح نو بجے کے قریب میرے ہوٹل پہنچ گئے، اور ہم اُن کے ساتھ دوبارہ روانہ ہوئے۔

ایمرگان پارک:

خیر اللہ صاحب ہمیں پہلے استنبول کے ایک قدیم خوبصورت پارک میں لے گئے۔ جو ایمرگان پارک کہلاتا ہے، اور روایت یہ ہے کہ یہ پارک سلطان محمد فاتح کی بیٹی نے بنوایا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ کے زمانے میں یہ شہر کی بہترین تفریح گاہ تھی۔ یہ پارک باسفورس کے یوروپی ساحل پر ایک بتدریج بلند ہوتی ہوئی پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ اُوپر کھڑے ہو کر باسفورس کی طرف دیکھیں تو باغ کے کئی تختے تھوڑے تھوڑے نشیبی فاصلے سے طویل وعریض، سیڑھیوں کی طرح سمندر میں اُترتے دکھائی دیتے ہیں۔ استنبول کی زمین اور اس کی پہاڑیاں یوں بھی بہت سرسبز و شاداب ہیں، لیکن اس پارک میں یہ سبزہ و گل جس نظم وضبط کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں اُس نے ان کی رعنائی میں چار چاند لگا دیئے ہیں، یہ مہینہ اگرچہ مارچ کا تھا، لیکن ابھی سردی کافی تھی، اور سبزہ ابھی خزاں کے شکنجے سے نہیں نکلا تھا، ورنہ رہنماؤں کا بیان تھا کہ موسمِ بہار میں یہاں سبزہ پھولوں سے ڈھک جاتا ہے۔ پارک میں طویل روشیں، جگہ جگہ خوبصورت تالاب، اور درختوں کے سائے میں بیٹھنے کے خوش منظر مقامات بنے ہوئے ہیں، اور ہر جگہ سے سامنے بہتی ہوئی باسفورس اور اس کے پس منظر میں ایشیائی ساحل کی پہاڑیاں دیدہ و دل کو شاداب کرتی رہتی ہیں۔

پارک کے بیچوں بیچ ایک شاندار قدیم عمارت بنی ہوئی ہے جو "قصرِ اصفر" کہلاتی ہے۔ یہ عثمانی عہد کے ایک جرنیل اسماعیل خدیو پاشا کا محل ہے جو اب اس تفریح گاہ کے ریستوران کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

بہر کیف! یہ پارک عثمانیوں کی جمالیاتی حِس کا آئینہ دار اور اُن کی خوش مذاقی کی بہترین یادگار ہے۔

رومیلی حصار:

یہاں سے ہم سلطان محمد فاتح کے بنائے ہوئے مشہور قلعے رومیلی حصار کو دیکھنے گئے۔ جسے

دیکھنے کا مدت سے اشتیاق تھا۔ میں فتح قسطنطنیہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ بایزید یلدرم نے آبنائے باسفورس کو کنٹرول کرنے کیلئے اس کے ایشیائی ساحل پر اس جگہ ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جہاں باسفورس کی چوڑائی سب سے کم ہے۔ بایزید یلدرم کے بنائے ہوئے اس قلعے کا نام "اناضول حصار" ہے۔ لیکن سلطان محمد فاتح نے محسوس کیا کہ باسفورس پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کیلئے صرف "اناضول حصار" کافی نہیں ہے، اس لئے اس نے "اناضول حصار" کے بالکل سامنے یوروپی ساحل پر ایک اور قلعہ تعمیر کیا۔ اسی قلعے کا نام "رومیلی حصار" ہے۔

اس قلعے کی تعمیر بھی سلطان محمد فاتح کا ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہے۔ یہ تاریخی عمارت جس کا نقشہ سلطان محمد فاتح کے ایک انجنیئر مصلح الدین آغا نے تیار کیا تھا، تین ہزار مربع میٹر کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے، اور سترہ برجوں پر مشتمل ہے۔ اس قلعے کا نقشہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے اُسے دیکھے تو "محمد" لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سترہ برجوں میں سے تین برج بہت بلند ہیں۔ بلند ترین برج جو "سرد کا" کہلاتا ہے، ۷ منزل (تقریباً نوّے فیٹ) بلند ہے جس کی دیوار ۷ میٹر موٹی ہے۔ فصیل کی دیواریں پانچ سے پندرہ میٹر تک بلند ہیں۔

اس تفصیل کے بعد جو بات محیر العقول حد تک عجیب ہے وہ یہ کہ یہ پورا قلعہ صرف چار مہینے چار دن میں تیار ہوا تھا۔ اس کی تعمیر ۱۴ اپریل ۱۴۵۲ء کو شروع ہوئی اور ۲۸ اگست ۱۴۵۲ء کو مکمل ہوگئی۔ آج جبکہ فنِ تعمیر کہاں سے کہاں پہنچ چکا ہے، شاید ایسے قلعے کا نقشہ بھی چار مہینے میں تیار نہ کیا جا سکے۔

آجکل اس قلعے کا کچھ حصہ تو شاید فوجی چوکی کے طور پر بھی استعمال ہو رہا ہے، لیکن بیشتر حصہ ایک تاریخی یادگار کے طور پر سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے۔ قلعے کے پُرشکوہ دروازے سے اندر داخل ہوں تو ایک طویل صحن میں کچھ تاریخی اشیاء رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سلطان محمد فاتح کی ایک توپ ہے جو قسطنطنیہ کی فتح میں استعمال ہوئی تھی، اسی کے ساتھ ایک توپ سلطان عبدالحمید کی طرف منسوب ہے۔ اور یہیں فرش پر اُس زنجیر کے چار حلقے پڑے ہوئے ہیں جو رُومیوں نے گولڈن ہارن کے دہانے پر باندھا تھا تاکہ عثمانیوں کے جہاز گولڈن ہارن میں داخل نہ ہو سکیں۔ یہی وہ زنجیرہ تھا جس کی وجہ سے سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں خشکی پر جہاز چلانے کا عجوبہ ظہور میں آیا۔

بہر کیف! یہ قلعہ، جس کا تذکرہ کہیں بچپن میں پڑھا تھا، اور تصور نے اس کے نہ جانے کتنے خاکے بنائے تھے، آج اُسے دیکھنے کا شوق پورا ہوا۔

باسفورس کا پُل اور ایشیائی استنبول: یہاں سے ہماری منزل

استنبول کا ایشیائی حصہ تھا جو اسکودار" کہلاتا ہے۔ باسفورس عبور کرنے کیلئے استنبول کے مختلف حصوں سے کشتیاں بھی چلتی ہیں، لیکن اب باسفورس پر ایک نہایت عالیشان نیا پُل بنا دیا گیا ہے جس نے یورپ اور ایشیا کو سڑک کے راستے سے باہم ملا دیا ہے۔ یہ پُل ۱۹۷۳ء میں گاڑیوں کیلئے کھولا گیا تھا۔ یہ ایک معلق پُل ہے جس کے صرف کناروں پر دو دو آہنی ستون ہیں۔ دو ستون ایشیا میں اور دو یورپ میں۔ اور بیچ میں سمندر پر کوئی ستون نہیں ہے۔ اس کے بجائے پُل کو اوپر سے ہلالی شکل میں لٹکتے ہوئے دو لوہے کے مضبوط رسّوں نے سنبھالا ہوا ہے، اس پُل کی لمبائی ایک ہزار چوہتر میٹر ہے، اور چوڑائی ۴۰ر۳۳ میٹر، یہ سمندر سے ۶۴ میٹر بلند ہے، اور اس کے دونوں کناروں پر کھڑے ہوئے ستون ۱۶۵ میٹر اونچے ہیں۔ اگر سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو پُل پر چلتی ہوئی کاریں کافی چھوٹی دکھائی دیتی ہیں، اور اتنی بلندی اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ باسفورس سے ہمہ وقت گذرتے ہوئے جہازوں کیلئے یہ رکاوٹ نہ بنے، اور جہاز اس کے نیچے سے گذر جائیں۔ اور اس طرح یہ انتہائی خوبصورت، پُرشکوہ اور مصروف پُل ہے جس پر سے روزانہ اوسطاً دو لاکھ گاڑیاں آبنائے باسفورس کو عبور کرتی ہیں، اور کوئی وقت ایسا نہیں ہے جس میں گاڑیوں کا ایک ریلا اس پر رواں دواں نظر نہ آتا ہو۔

ہم نے اسی پُل کے ذریعے باسفورس کو عبور کیا، استنبول کا ایشیائی حصہ "اسکودار" کہلاتا ہے، اور ترکی کے اُس پورے خطے کو جو ایشیا میں واقع ہے "اناطولیہ" کہتے ہیں۔ پُل پار کر کے ہم "اسکودار" میں داخل ہوگئے۔ شہر کا یہ ایشیائی حصہ بھی بڑا خوبصورت اور بہت وسیع و عریض ہے۔ ہم اس کی مختلف سڑکوں سے ہوتے ہوئے "مرمرا یونیورسٹی" پہنچ گئے۔ یہاں ڈاکٹر یوسف قلیج جو اس کے علوم اسلامیہ کے شعبے میں اُستاذ ہیں، ہمارے منتظر تھے۔ ہمارے ترک دوست ڈاکٹر صالح طوغ اسی یونیورسٹی میں کلیۃ الٰہیات کے ڈین ہیں، وہ اس پورے عرصے میں استنبول سے باہر تھے، اس لئے ابتک ان سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی، اب ڈاکٹر قلیج کے ہمراہ اُن کے کمرے میں پہنچے تو وہ جا چکے تھے، اس لئے یہاں بھی ان سے ملاقات نہ ہوئی۔ بعد میں ڈاکٹر قلیج نے یونیورسٹی کے مختلف شعبے دکھائے۔ یہ ترکی کی مشہور یونیورسٹیوں میں شمار ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس کا شعبۂ ادیان اور علومِ اسلامیہ کا شعبہ ترکی میں خاصی شہرت رکھتا ہے۔ لیکن دوسری سرکاری یونیورسٹیوں کی طرح یہاں بھی علومِ اسلامیہ کا مضمون ایک نظریہ اور فلسفے کی حد تک پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، درسگاہ کے ماحول میں عملاً ان علوم کی کوئی پرچھائیں نظر نہیں آتی۔ فالی اللہ المشتکی۔

یونیورسٹی میں نمازِ ظہر پڑھنے کے بعد خیر اللہ دمرسی صاحب ہمیں باسفورس کے ایشیائی

ساحل پر عثمانی عہد کے بنے ہوئے ایک اور خوبصورت باغ میں لیگئے، وہیں پر انہوں نے دوپہر کے کھانے کا انتظام بھی کیا ہوا تھا۔ اس سرسبز وشاداب اور پُرسکون فضا میں ترکی احباب کے ساتھ یہ ظہرانہ بڑا پُرلطف رہا۔

یہاں سے ہم ہوٹل واپس ہوگئے، اور نمازِ عصر کے فوراً بعد ایئرپورٹ کیلئے روانگی ہوگئی۔ کانفرنس کے پروٹوکول آفیسر کے علاوہ ڈاکٹر یوسف قلیج بھی ایئرپورٹ تک آئے، نماز مغرب پڑھتے ہی میں ٹرکش ایئرویز کے جہاز میں سوار ہوا۔ ترکی کے قیام کی خوشگوار یادیں سارے راستے ہم سفر رہیں۔ یقیناً استنبول میں گذرے ہوئے یہ چند روز بڑے یادگار، بڑے نشاط انگیز اور بڑے معلومات افزا تھے جن کے نقوش عرصے تک دھندلا نہیں سکتے۔

واپسی کا سفر:

استنبول کے یہ احباب جن سے پہلی بار ملاقات ہوئی تھی، لیکن چند ہی دنوں میں ان سے بہت اُنس پیدا ہوگیا تھا، ان کا کہنا تھا کہ مجھے چند روز مزید ٹھہرنا چاہیئے، اور ترکی کے دوسرے مشہور شہروں بالخصوص قونیہ، انقرہ، بورصہ اور ازمیر ضرور جانا چاہیئے، عقلی طور پر میں بھی یہ سوچتا تھا کہ خدا جانے پھر کبھی یہاں آنا ہو یا نہ ہو، اس لئے چند روز ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، پی آئی اے کی پرواز بھی تین دن بعد تھی، اور پی آئی اے سے جانا میرے لئے زیادہ آسان تھا، طبعی طور پر ترکی میں دل بھی لگ رہا تھا، لیکن قلب پر ایک انجانی سی وحشت طاری ہونے لگی، جو عقل وطبیعت کے ان تمام تقاضوں پر اس درجہ غالب آتی گئی کہ میں نے بالآخر آج ہی ٹرکش ایئرویز سے کراچی جانے کا فیصلہ کرلیا، اور اس کیلئے سیٹ بھی بُک کرالی، میرے پاس اُس انجانی سی وحشت کے سوا اپنے اس فیصلے کی کوئی معقول دلیل موجود نہیں تھی جو میں احباب کے اصرار کے جواب میں پیش کرسکتا۔ بس میں نے ان کو یہ کہکر چُپ کردیا کہ مجھے بعض وجوہ سے فوراً کراچی پہنچنا ضروری ہے۔

میں خود حیران تھا کہ ترکی میں دلچسپی اور دل بستگی کے اتنے سامان کے باوجود میں اتنی جلدی کیوں واپس جارہا ہوں؟ کام تو چلتے ہی رہتے ہیں، کوئی وقتی مجبوری بھی بظاہر سامنے نہیں تھی۔ لیکن جب میں کراچی ایئرپورٹ پر اُترا تو لاؤنج ہی میں میرے خسرِ مکرم جناب شرافت حسین صاحب اور میرے معاونِ خصوصی مولوی عبداللہ میمن صاحب نے بتایا کہ احقر کے شیخ ومربی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی (قدس سرہ) کئی روز سے صاحب فراش ہیں، اور آج انہیں ہسپتال لیجانے کی رائے ہورہی ہے۔ بس یہ سُنکر میرا ماتھا ٹھنک گیا، گھر میں سامان رکھنے کے بعد میں سیدھا حضرتؒ

کے مکان پر پہنچا، معلوم ہوا کہ حضرتؒ ہسپتال جا چکے ہیں، وہاں حاضری ہوئی۔ حضرتؒ بسترِ علالت پر کافی کرب میں تھے، بات کرنا دشوار ہو رہا تھا، لیکن احقر کو دیکھ کر حسبِ معمول مسرت کا اظہار فرمایا۔
"بھائی، اچھا ہوا تم آ گئے، ہماری طبیعت بہت خراب ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہمیشہ راضی رہنا چاہیئے۔"

اس قسم کی چند باتیں ارشاد فرمائیں، اور اگلے دن اذانِ فجر کے وقت یہ آفتابِ ہدایت دُنیا سے روپوش ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

یہ تمام واقعات اس قدر آناً فاناً پیش آئے کہ تشویش اور صدمے کی رَو میں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ بعد میں سوچتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ استنبول سے فوراً روانگی کا وہ شدید داعیہ اور قلب کی وہ انجانی سی وحشت کیوں پیدا ہوئی تھی؟ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ میں اس انجانے سے داعیے پر عمل کرتے ہوئے فوراً لوٹ آیا، اگر ایک دن کی بھی مزید تاخیر ہو جاتی تو حضرت والاؒ کا دیدار نصیب نہ ہو سکتا، اور عمر بھر اس کا جو صدمہ رہتا اس کی تلافی کا کوئی راستہ نہ تھا۔

* * * * * *

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ

دو عمل

ارشاد:۔ کوئی شخص کسی کام سے عاجز ہو جائے اور اس کے سرانجام دینے کی کوئی صورت نہ ہو تو تنہائی میں صاف پاکیزہ ہو کر دو رکعت نفل پڑھے پھر اس دعائے حزب البحر کو پانچ سات مرتبہ پڑھے امید ہے وہ کام ہو جائے گا۔

ارشاد:۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل شمشیر مؤمنین ہے عشاء کے بعد جب لوگ سو جائیں تو دو رکعت نفل ادا کر کے تشہد کی ہیئت پر قبلہ رو بیٹھے حضور دل سے حسبنا اللہ و نعم الوکیل ۴۵۰ مرتبہ پڑھے اور اپنے مطلب کا تصور کرے جب یہ تعداد پوری کرلے تو سات مرتبہ حزب البحر پڑھے اس طرح بار بار مکرر پڑھے مراد پوری ہوگی انشاء اللہ۔

دقیق تقویٰ

ارشاد:۔ بعض حکایات اصحاب حال لوگوں کی وعظ میں پڑھیں مثلاً ایک کا بیل کسی دوسرے کے کھیت میں چلا گیا تو پہلے بیل والے کو خیال ہوا کہ میرے بیل کے کھروں میں مٹی لگ کر دوسرے کے کھیت میں آگئی ہوگی اور غیر کی ملکیت میں بلا اجازت کھیت بو لیا سو اس نے اس کھیت کی گندم

ہی نہیں کھائی۔

اس واقعہ کے بعد فرمایا ایک ہوتا ہے دقیق تقویٰ اور ایک ہوتا ہے سد للذرائع اور یہ دقیق تقویٰ متقدمین صوفیاء میں پایا جاتا ہے لیکن بعض مرتبہ مباح چیز کو اس لئے ترک کر دیا جاتا ہے کہ کہیں یہ مباح چیز معصیت اور حیلہ سازی نفس کا ذریعہ نہ بن جائے یہ ترک مباح سد للذرائع ہے۔

اس پر حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ لفافہ پر ایسا ٹکٹ لگا ہوا آیا کہ اس ٹکٹ پر ڈاکخانہ کی مہر لگی ہوئی نہ تھی اس کو اتار کر فرمایا اب اس کا کیا کیا جائے۔ اس کا دوبارہ لگانا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ایک بار استعمال ہو چکا۔ اس کا حق صاحب معاملہ پورا پورا اٹھا چکا۔ لہٰذا اس کو چاک کر دیا۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے اس ٹکٹ کا استعمال جائز تھا کیونکہ میں نے حکومت کو ایسا ٹیکس دیا ہے کہ اس سے محسوب کر سکتا تھا مگر صرف اس لئے استعمال میں نہیں لیا کہ کسی نفس کو حیلہ اور ذریعہ نہ مل جائے اور اس قسم کے حیلہ کرنے کا عادی نہ بن جائے کیونکہ عادی ہونے کے بعد معصیت میں بھی حیلہ بازی کرے گا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خنزیروں کو فرمایا (حالانکہ ان کی شریعت میں بھی یہ ناپاک ہے) فروا یاایہا الخنازیر بسلام اے خنزیرو! سلامتی کے ساتھ بھاگ جاؤ کسی نے عرض کیا کہ خنزیروں کے لئے سلامتی کا لفظ کیوں استعمال کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کہیں زبان برے الفاظ کے استعمال کرنے کی عادی نہ بن جائے اس لئے برا لفظ ہی نہ بولا جائے جب بات نکلے سلامتی والی نکلے۔

برکت ہونیکا مطلب

ارشاد:۔ ایک تشریح برکت کی تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ وہ اپنی ذات پر خرچ ہوتی ہے دوسروں کے کام نہیں آتی مثلاً ڈاکٹر۔ وکیل وغیرہ کو نہیں دی جاتی ہے۔ بس اللہ میاں انہیں آفات سے بچائے رکھیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ برکت ہونے سے رات دن کے کام بسہولت ہو جاتے ہیں اور پیسے خرچ ہونے کا کم موقعہ آتا ہے اور بعض مرتبہ بالکل بچا رہتا ہے۔ اوروں کا کام دس سو روپے میں ہوتا ان کا کام بیس روپے میں ہو گیا اور کوئی مفت ہی کر دیتا ہے۔ کوئی خود اللہ کی طرف سے ایسا سبب بن جاتا ہے کہ اس کے کام میں بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ پورا ہو جاتا ہے۔ کسی کا سو روپے میں وہ کام ہوتا ہے اس نے پانچ روپے اللہ کی رضا کے لئے صدقہ کر دیئے تو اس کا کام انشاء اللہ پچانوے ہی میں کرا دیں گے۔ یہی کام دوسرے کا سو ڈیڑھ سو میں ہوتا۔

علم سے عمل کرنا مقصود ہے

ارشاد:۔ مدرس لمبی چوڑی تقریر کر کے سمجھتا ہے کہ میں نے درس کا حق ادا کر دیا یا کتاب سمجھا دی بس میرا حق ادا ہو گیا۔ اسی طرح طالب علم سمجھتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ امتحان میں پاس ہو جائیں گے

اور مدرس بنیں گے پڑھائیں گے یہ کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ مدرس اور طالب علم جو کچھ پڑھے اس پر عمل کرے۔ عمل کیا تو واقعی اس کا حق ادا کیا اس لئے عمل کرنے اور کرانے کی نیت سے پڑھنا پڑھانا چاہیئے۔

خشوع وخضوع کا مطلب

ارشاد:۔ نماز میں دو لفظ آتے ہیں خشوع اور خضوع۔ خشوع ظاہر سکون اور خضوع باطنی سکون کو کہتے ہیں۔

نماز میں دھیان لگانے کا طریقہ

ارشاد:۔ وساوس کا ایک درجہ غیر اختیاری ہے اس کی فکر نہ کریں اور ایک درجہ اختیاری ہے اسے ضرر اختیار کرے۔ وساوس کے آنے پر بالکل بے فکر ہو جانا اور ان کو غیر اختیاری تصور کر لینا ہی ٹھیک نہیں ہے۔ جس کے اسباب اختیار میں ہوں وہ غیر اختیاری نہیں ہوتا۔ سو وساوس کے دفع کرنے کے کچھ اسباب اختیاری ہیں مثلاً طہارت کا پورا خیال رکھا جائے۔ وضو باقاعدہ طور سے کیا جائے۔ وضو اور نماز کے درمیان کوئی دنیوی کام۔ بات چیت نہ کرے۔ جو کام نماز سے پہلے کر رہا ہے تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دے تاکہ خیالات مٹ جائیں اور نماز شروع کرنے سے پہلے ذرا یہ سوچ کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے ہمکلام ہوں گا۔ نماز پڑھوں گا لہٰذا مجھ کو بہت دھیان لگانے کی ضرورت ہے۔ اور دونوں ہاتھ اٹھائے تو خیال کرے کہ رب میں نے دو جہان سے ہاتھ اٹھائے۔ مجھے اب کسی سے کوئی غرض نہیں۔ ان کے سامنے سب حقیر و ذلیل ہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھے اور سمجھے کہ میں اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا عرض و نیاز کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھ روپے کا ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے جو کوئی اسکو استعمال کرے انشاء اللہ وساوس نہیں ستائیں گے پہلے لوگ تو اس کام کے لئے چلے کشی کرتے تھے وہ بات یہ ہے کہ نماز پڑھنے میں جو الفاظ زبان سے ادا ہوں ان کی ادائیگی کی طرف دھیان رکھے اگر معنی یاد ہوں تو معنی سوچتے رہا کریں اور نماز کو فکر سے پڑھو۔ بے فکری سے ہرگز نہ پڑھو۔

ہدایت برائے مفتی

ارشاد:۔ مفتی کو چاہیئے کہ عوام کو قواعد کلیہ نہ بتائے بلکہ جو سوال اس نے کیا ہے اس جزیے کا جواب دیدے اور جواب دینے میں تشقیق نہ کرے کہ اگر ایسا ہو تو یوں ہوگا اگر یہ ہوگا تو ایسا ہوگا جو سوال کیا ہے اس کا جواب دیدو۔

نفلی صدقہ بھی کرنا چاہیئے

ارشاد:۔ اپنی نماز کی ظاہری و باطنی اصلاح کرے۔ انفاق بھی کیا کرے حضرت مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ اپنی کمائی کا تہائی حصّہ خیرات کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آمدنی کا خمس خیرات کرتے تھے حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین چپاتی آتیں تو ڈیڑھ تو خود کھا لیتے۔ ایک چپاتی اور سالن کسی غریب آدمی کو دیدیتے اور نصف ہدیہ کر دیتے اور کھانے کی جھاڑن پرندوں کو دیدیتے۔ آدمی کو انفاق غیر واجب بھی کرنا چاہیئے۔

اعمالِ ظاہری و باطنی

ارشاد:۔ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری اس کو فقہ دوسرے باطنی اس کو تصوف کہتے ہیں۔ جس طرح ظاہری معاصی سے اجتناب اور فرائض و واجبات پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح رذائل سے اجتناب اور فضائل کا حصول بھی فرض ہے بلکہ باطنی امراض ظاہری اعمال کی جڑ ہیں اس لئے باطنی امراض کی اصلاح اور بھی زیادہ قابلِ توجہ ہے۔ فضائل۔ صبر۔ شکر۔ توحید۔ صدق۔ مراقبہ محاسبہ۔ شوق وانس۔ رذائل۔ حسد۔ بخل۔ ریا۔ کبر۔ آفات لسان۔ حقد۔ حرص۔ عیب جوئی غرور۔ شہوت پرستی۔

ولی کی پہچان

ارشاد:۔ ولی کی پہچان ایک یہ ہے کہ اس میں دوامِ طاعت اور کثرتِ ذکر ہو اور کسی شیخ کے پاس رہ کر ان سے علاج سیکھا ہو۔ ایسے شخص کو مصلح کہتے ہیں۔

اپنے عیوب پہچاننے کے طریقے

ارشاد:۔ اپنے عیوب کو پہچاننے کے چار طریقے ہیں (۱) رہبر کامل (۲) ایسے ساتھی مل جائیں جو اس کے عیوب پر نگاہ رکھیں (۳) دشمنوں سے سُن سُن کر عیوب معلوم ہو جاتے ہیں (۴) دوسروں میں کوئی بُرائی دیکھے تو اپنے اندر غور کرے اور ہو تو نکالے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اپنے عیوب پوچھے۔ صحابہ کرام نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا ہوا تھا ان کے بعد پھر آپس میں پوچھا کرتے تھے۔

وکونوا مع الصادقین کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صادق لوگ ہمیشہ ضرور رہیں گے۔ کوئی زمانہ ان سے خالی نہ ہوگا۔ جب تک یہ آیت موجود ہے صادقین کی معیت کا حکم باقی اور صادقین کا ہونا بھی ضروری امام رازیؒ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

ارشاد:۔ مکہ معظمہ میں معلم ہمارے اعتبار سے تو سب ہی بہتر ہیں مگر تجربے سے دو بہتر ثابت ہوئے شاکر سکندر محلہ جیاد دوسرے عبدالرزاق محجوب باب العمرہ۔

ارشاد:۔ کراچی سے مغرب سے دو ڈگری جنوب کی طرف مائل ہے سکھر کا یہاں سے تھوڑا ہی فرق ہوگا۔

اعتکاف میں غسلِ جمعہ کرنا

اِرشاد:۔ اعتکاف کے حالت میں اگر حالت طبعی یا شرعی کے لئے نکلے تو جیسے راستے میں وضو کرکے آسکتے ہیں اسی طرح آتے ہوئے غسلِ جمعہ کرکے بھی آسکتے ہیں۔ ہاں غسلِ جمعہ کے لئے نکلنا درست نہیں ہے۔

اِرشاد:۔ اگر محلے میں سے کوئی بھی اعتکاف میں نہ بیٹھے تو سب اہل محلہ معتوب ہوں گے اس عتاب سے بچنا چاہیئے۔

صحابہ کرام کا شب قدر میں دستور تھا کہ لمبے رکوع و سجود کرتے تھے۔ بہتر یہ ہے کہ تراویح کے بعد کچھ آرام کرے آخری شب میں زیادہ حصہ جاگے۔

مذاہبِ اربعہ کی معتبر کتابیں

اِرشاد:۔ مذاہب اربعہ معلوم کرنے کے لئے میزان، عبدالوہاب شعرانی کی معتبر کتاب ہے البدایہ والنہایہ میں اور مذاہب اربعہ میں اسی سے حوالے نقل کئے ہیں۔

گناہوں کی جڑ تین باتیں ہیں

اِرشاد:۔ اس وقت میرا مقصد ان معاصی پر مطلع کرنا ہے جن میں ہم مبتلا ہیں۔ اعمال ظاہرہ کے علاوہ اعمالِ باطنہ بھی بکثرت ہیں۔ ان کے ثمرات بھی بے شمار ہیں۔ ان معاصی قلب کے اصل الاول تین گناہ ہیں۔ غضب۔ حقد۔ حسد۔ یہ ایک دوسرے کے متقارب ہیں اور ان کی بنیاد غضب ہے باقی وہ دونوں اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ غضب کے معنی خون کے جوش مارنے کے ہیں۔ پھر یہ غضب یا انتقام لینے کے لئے یا ایذا سے بچنے کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی ایذا کے پہنچنے کا احتمال ہو جائے اس سے بچنے کے لئے غصہ پیدا ہو جاتا ہے مثلاً چور آتا ہے دشمن آتا ہے تو اس کو دیکھ کر غصہ آتا ہے اور بعض مرتبہ ایذا پہنچ جانے کے بعد غصہ آتا ہے انتقام کے لئے خون جوش مارتا ہے یہ دونوں غضب میں داخل ہیں ویسے تو جو قوت بھی اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے وہ مستحسن ہی ہے وہ بڑی حکمتوں پر مبنی ہے۔ استعمال کرنے والے کے استعمال اور غیر محل میں لگانے سے وہ شر ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی بال بچوں پر ہاتھ ڈالنا چاہے تو پہلے غصہ آئے گا پھر اس کو دفع کرے گا۔ اگر غصہ نہ آئے تو دفع کرنے پر قادر ہی نہیں ہو سکتا۔ غصہ ہی وہ محمود خلط ہے جو حسبِ استطاعت دفع کرنے پر ابھاریگی۔ تو غصہ آنا کوئی بُری بات نہیں ورنہ تو یہ بے غیرتی ہے اور غصہ نہ آنا یہ منتقل مرض ہے امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ من اُغضِب فلم یغضب فھو حمار۔ آخر قرآن کریم میں صحابہ کرام کی مدح میں یہ لفظ آئے ہیں اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ غصہ ہی سے تو سختی پیدا ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ غصہ غیر محل میں کرنا یا اس کے حد سے تجاوز کر جانا یہ مذموم ہے۔ ورنہ دفع مضرت کے لئے غصہ کا آنا

محمود ہے۔ چونکہ غصہ اکثر حد اعتدال سے آگے بڑھ جاتا ہے اور جو نہ کرتا ہو وہ کر گزرتا ہے۔ الغضب اولہ جنون و آخرہ ندم اسی ناجائز غصہ کا ثمرہ ہے۔ ایک یہ کہ نفس کی خاطر غصہ نہ کرے۔ اللہ کے حکم کے ماتحت اللہ کے لئے غصہ اُتارے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے برسرپیکار تھے۔ جب حضرت علیؓ اس یہودی کے سینے پر بیٹھ گئے اور وار کرکے گردن اتارنی چاہی تو اس یہودی نے اُن کے چہرے پر تھوک دیا۔ ان کا اور غصہ بھڑک گیا لیکن اس یہودی کی چھوڑ کر فوراً کھڑے ہو گئے۔ اس یہودی نے کہا کہ قادر ہو جانے کے بعد چھوڑ دیا کیا وجہ ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اللہ کے لئے تجھ سے لڑ رہا تھا اب جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو نفس کا انتقام اور جذبہ درمیان میں آگیا اس لئے چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔ پہلا غصہ مستحسن تھا اور اب یہ غصہ غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں۔ نفس کے انتقام کے لئے ہوگا۔ اس پر وہ یہودی مسلمان ہوگیا صحابہ کرام تو پورے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں آئے دیکھا کہ ایک پرنالہ مسجد نبوی کے صحن میں نکلا ہوا ہے اس کا پانی صحن میں آئے گا۔ دیکھ کر غصہ آیا اور حق کے لئے آیا۔ خود ہی اچھل کر اس پرنالے کو توڑ دیا۔ اب وہ مکان والے صحابی آئے مورا ٹوٹا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس نے توڑا ہے لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ نے توڑا ہے اس پر انہوں نے کہا کہ یہ پرنالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا لگا ہوا تھا حضرت عمرؓ سنتے ہی کانپ گئے اور مکان والے صحابی کو بلایا ان کو کہا کہ میرے کندھے پر چڑھ جاؤ اور اس کو ویسے ہی ٹھیک کر کے لگالو۔ ان کا یہ حال تھا کہ کان عمر وقافا عند حدود اللہ۔ ان کے غصے پر اپنے غصے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

سو غصہ وہی بُرا ہے کہ حدود الٰہی کا احترام باقی نہ رہے مگر ہم غصے کی حالت میں حدود الٰہی کو سوچ بھی نہیں سکتے اس لئے غصہ کے ابتدا ہی سے بچنا چاہئے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ فرمایا لاتغضب۔ دوبارہ درخواست کی یہی فرمایا لاتغضب غصہ نہ کرو تیسری کے سوال کیا تب بھی یہی فرمایا لاتغضب اور تین دن تک سوال کرتے رہے یہی فرماتے ہیں۔ لاتغضب غصہ مت کیا کرو معلوم ہوا کہ تمام شرور کی بنیاد ہی غصہ ہے اس سے بچ جائے تو تمام معاصی سے بچا رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں سے پہلوان کون ہے؟ عرض کیا جو دوسرے کو پچھاڑے آپ نے فرمایا لیس الشدید بالصرع یہ پہلوان نہیں بلکہ من املک نفسہ عند الغضب غصے کے وقت جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے وہ پہلوان ہے

غصہ کا علاج

اس کا علاج یہ ہے کہ جس پر بے محل غصہ آیا ہے غصہ کی حالت میں اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ بلکہ جس پر غصہ آیا ہے اس کے ساتھ اور زیادہ حسن سلوک کرے۔ برائی کو نیکی سے دفع کرنا ہے۔ نفس کو ایک روز عادت پڑ جائیگی اللہ کے غضب سے بچنا چاہتے ہو تو دوسروں پر غضب نہ کرو

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ جب کوئی مجرم سامنے آئے تو ثبوت جرم کے بعد بھی فوراً سزا نہ دو کیونکہ اس وقت غصہ ہوگا اور غصہ میں حدود اللہ کا خیال نہ رہے گا۔ غصہ اتر جانے کے بعد ٹھنڈے دل سے غور کر کے سزا دینی چاہیئے۔

مکتب والے معلم بچوں کو بیدردی سے مارتے ہیں یہ گناہ ہے۔ غصہ میں نہ مارنا چاہیئے۔ اس کے جرم کی نوعیت اور اس کے قوائے جسمانی کو دیکھ کر اس کی تنبیہ کے لئے سزا دینی چاہیئے۔

غصہ کا دوسرا علاج

غصہ کا ایک علاج یہ ہے کہ غصہ کو روکے اور اس جگہ سے خود ہٹ جائے یا مغضوب علیہ کو ہٹا دے۔ وضو کرے۔ ٹھنڈا پانی پی لیوے اور غصہ پینے کی عادت پیدا کرے۔ کرتے کرتے عادت ہو جاتی ہے حدیث میں ہے انما العلم بالتعلم بچہ سبق کو بار بار رٹتا رہتا ہے وہ یاد ہو جاتا ہے۔ انما الحلم بالتحلم۔ بتکلف اپنے آپ کو انتقام لینے سے روکتا رہا کرے عادت ہو جائے گی ابوداؤد میں ہے ومن یتصبر یصبرہ اللہ بتکلف صبر کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ صبر پیدا کر دیں گے ومن یستعف یعفہ اللہ۔ جو عفیف بنے گا اسے عفت دیدیں گے۔ دل تو مانگنے کو چاہتا ہے اور مانگنے سے مل بھی جائے گا لیکن بتکلف مانگنے سے رک جائے عفیف ہو جائے گا۔ حدیث میں ہے ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ لوگوں کے پاس مال ہے وہ تیرے راستے میں خیرات کرتے ہیں میرے پاس مال نہیں ہے ہاں آبرو ہے میں اسے ہی خیرات کرتا ہوں۔ آج تک جس کسی نے بھی میری آبرو خراب کی مجھے ذلیل کیا میں نے ان سب کو معاف کیا۔ ان کے نبی پر وحی آئی کہ اس سے کہدو کہ تیرے سب گناہ معاف کر دیئے گئے قرآن شریف میں ہے واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ لڑائی جھگڑا نکالنا جہالت ہے اور اس کی ضد حلم ہے۔ کوئی تمہارے ساتھ جاہلوں کا سا کلام کرے تو تم جواب دو سلاماً یعنی حلم و بردباری اختیار کرو واذا مروا باللغو مروا کراما جب لغویات سے گزرنا پڑ جائے تو شریفانہ گزر جاؤ۔ حدیث میں ہے الرفق خیر کلہ۔ شدت اختیار کرنا کوئی بہادری اور عزت نہیں ہے۔ آخرت میں ذلت ہوگی۔

بغض وکینہ

اس کے بعد حقد پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو کینہ و بغض کہتے ہیں غصہ آنے کے بعد انتقام پر قدرت نہ ہو تو غیظ واضطراب پیدا ہوتا ہے۔ گھٹن رہتی ہے اور بدلہ لینے کی فکر میں پڑا رہتا ہے پھر ہر وقت درپے ایذا رہتا ہے نہ چین سے بیٹھنا نصیب ہوتا ہے نہ چین سے بیٹھنے دیتا ہے پھر۔

حسد پیدا ہوتا ہے۔ حسد یہ ہے کسی شخص کی اچھی حالت دیکھ کر یہ تمنا ہو کہ یہ نعمت اس کے پاس سے چلی جائے۔ میرے پاس آئے نہ آئے۔ اس کے پاس نہ رہے۔ کسی کی نعمت کے زوال کی تمنا رکھنا حسد ہے جیسے ایک کبڑا تھا اس سے کسی نے پوچھا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ سب تمہاری طرح کبڑے ہو جائیں یا تمہاری کُب ٹھیک ہو جائے کہنے لگا میں تو یہی چاہتا ہوں کہ میری کُب ٹھیک ہو یا نہ ہو

یہ سب کبڑے ہو جائیں۔ تاکہ ان کو میں بھی ان کی نگاہ سے دیکھوں حدیث میں ہے الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب علامت حسد کی یہ ہے کہ کسی کی تعریف سُن کر جی میں آئے کہ اس کا عیب بیان ہوتا یا اب میں بیان کر دوں۔ یہ حسد علماء کی ایک خاص بیماری ہے اپنی بات خواہ غلط ہی ہو مگر دوسرے کی حق بات سُننا گوارا نہیں ہوتا۔

حسد کا علاج

اس کا علاج یہ ہے کہ محسود کی تعریف کیا کرے اور اس کے لئے خوب دل سے دُعا کرے اللہ تعالیٰ اس کی یہ نعمت اور بڑھادے اور اس کو زیادہ دے۔ بس حسد ختم ہو جائے گا۔

عبد الجواد صدیقی

صحبتِ صالح

مسیح الامت حضرت مولانا السید قاری محمد مسیح اللہ خان صاحب مدظلہم العالی

(قسط سوم)

اعترافِ حقیقت:

حضرت والاشان مرشدی پاک مدظلہم کے بارے میں کچھ تحریر میں لانے کے سلسلہ میں سوچنا بھی کسی طرح اِس نالائق کا منصب نہیں۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

لیکن بعض قابلِ احترام دوستوں کے حکم کی تعمیل میں محض ایک تڑپ اور دردِ تشنگانِ معرفت تک پہنچانے کی یہ اپنی سی سعی ہے۔ کماحقہٗ حق ادا کرنا تو ممکن ہی نہیں ؎

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

وادئ احسان:

حضرت مرشدی پاک مدظلہم مادرزاد ولی ہیں۔ بچپن ہی سے وادئ احسان کے شہسوار ہیں۔ ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ "احسان" بھی ایک ایسی بُنیادی مسلمہ حقیقت ہے جو ایمان و اسلام کی روح اور جان ہے۔

حدیث جبریل میں ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ احسان کی حقیقت بھی بتائی گئی ہے وہ یہ کہ:

اَلْاِحْسَانُ۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ:

حضرت جبریل علیہ السلام کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ:

"احسان یہ ہے کہ عبادتِ الٰہی اس طرح کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کی جاتی"۔

اگرچہ

اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اِن آنکھوں سے دیکھنا تو ممکن ہی نہیں لیکن یہ تو عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں ہر لمحہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

بس

اَللّٰہُ حَاضِرِی۔ اَللّٰہُ نَاظِرِی کا تصور جمانے سے بتدریج ان شاء اللہ تعالیٰ عبادت اس طرح ہونے لگ جائیگی جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کی جارہی ہو۔

نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ بنیادی عبادات کے علاوہ مومن کامل کا ہر ہر لمحہ عبادت ہی کے زمرہ میں آتا ہے وہ اپنی قوتِ ارادی سے بفضلہٖ تعالیٰ ہر کام محض رضائے الٰہی کے لئے اس طرح سرانجام دیتا ہے کہ حدیث جبریل میں بتائی گئی حقیقتِ احسان اس کے پیشِ نظر رہتی ہے۔

آج کی اصطلاح میں احسان ہی کو "سلوک و تصوّف" کا نام دیا گیا ہے جسے سیکھنے کیلئے بہرحال استاد کی ضرورت ہے اِسی واجب الاحترام استاد کو سلوک و تصوّف کی وادی میں شیخ مرشد اور پیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

شاگرد اور مرید:

جس طرح استاد کے شاگرد ہوتے ہیں ایسے ہی شیخ مرشد اور پیر کے مرید ہوتے ہیں۔

شاگرد اور مرید میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ شاگردوں کا کام تو تحقیق کا ہے لیکن مرید کا کام معالجے کا ہے۔ حضرت والا مرشدی پاک مدظلہم کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو:

"طالب علم کا ذہن چلتا ہے اور چلنا چاہیئے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ "طالب علم کہ پیشِ استاد چوں وچرا نہ کند و مریدیکہ پیشِ شیخ چوں وچرا کند، ہر دو باید کہ بسوئے صحرا روند در آدمی ہیچ کارے نہ دارند" یعنی وہ شاگرد جو اپنے استاد کے سامنے چوں وچرا نہ کرے اور وہ مرید جو اپنے شیخ کے سامنے چوں وچرا کرے۔ ان دونوں کو چاہیئے کہ جنگل میں جا کر رہیں آدمیوں میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ شاگردوں کا کام تو تحقیقات کا ہے اور مرید کا کام معالجے کا ہے۔"

ہے احد معبود اپنا اور نبی خیر الوریٰ
شیخ بھی ہے قطبِ دوراں میں تو اس قابل نہ تھا

•

شیخِ کامل:

اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے جسے اہلِ حق میں سے شیخ کامل مل جائے اور اس کے ساتھ مناسبت فطری بھی ہو۔ سلوک و تصوف میں شیخ کامل کے ساتھ مناسبت کا ہونا بڑی ضروری چیز ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر انسیت ہو کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر پیدا نہ ہو۔ شیخ کامل کی پہچان کے سلسلہ میں حضرت والا شان مدظلہم شریعت و تصوف میں فرماتے ہیں:

"شیخ وہ ہے جو امراض باطنہ، اخلاق رذیلہ و حمیدہ سے پوری واقفیت رکھے اور ان میں آپس کے التباس اور ان کے خواص و تاثرات کو پہچانے۔ اُن کے حصول و ازالہ کی تدبیر پر مہارت تامہ رکھتا ہو۔ ان اخلاق کے عروج و نزول سے واقف ہو نیز خواطر نفسانی و شیطانی و ملکوتی و ربانی سے پوری واقفیت رکھتا ہو کہ ان خطرات کے درمیان تمیز کر سکے۔ اس لئے شیخ کا صاحبِ فن، صاحبِ ذوق اور مجتہد ہونا ضروری ہے۔ اگر طریق کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سُن کر حاصل کیا ہو اور تربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے اس لئے کہ وہ طالب سالک کے حالات، واردات اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا۔ جس کو ابنِ عربیؒ نے شیخ کی علامت

میں اجمالاً واختصاراً بیان فرمایا ہے کہ شیخ کامل کی پہچان اجمالاً تین چیزیں ہیں :۔

۱۔ دین انبیاءؑ کا سا، ۲۔ تدبیر اطبا کی سی، ۳۔ سیاست بادشاہوں کی سی۔

جس کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ بقدرِ ضرورت دین کا علم رکھتا ہو خواہ تحصیلِ علم سے یا صحبت علمائے محققین سے۔

۲۔ کسی شیخ کامل صحیح السلسلہ سے مجاز (اجازت یافتہ) ہو۔

۳۔ خود متقی، پرہیز گار ہو یعنی ارتکابِ کبائر اور اصرارِ صغائر سے بچتا ہو۔

۴۔ کافی مدّت تک شیخ کی خدمت میں مستفیض ہوا ہو خواہ بمکاتیب، خواہ بمجالست۔

۵۔ اہلِ علم وفہم اِس کو اچھا سمجھتے ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

۶۔ اس کی صحبت سے آخرت کی رغبت، محبتِ الٰہی کی زیادت اور محبتِ دنیا سے نفرت محسوس ہوتی ہو۔

۷۔ اس کے مریدین میں سے اکثر کی حالت شریعت کے مطابق ہو۔

۸۔ اس میں حرص وطمع نہ ہو۔

۹۔ خود بھی ذاکر وشاغل ہو۔

۱۰۔ مریدین کو آزاد نہ چھوڑے بلکہ جب کوئی ان کی نامناسب بات دیکھے یا معتبر ذریعے سے معلوم ہو تو روک ٹوک کرے اور ہر ایک کو اس کی استعداد اور حال کے مطابق سیاست کرے۔ ہر ایک کو ایک لکڑی سے نہ ہانکے۔

جس میں یہ علامات پائی جائیں وہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو شیخ بنائے اور اس کو اکسیر اعظم سمجھے اور اس کی زیارت وخدمت کو کبریتِ احمر جانے۔

ان کمالات وعلامات کے بعد پھر شیخ کامل میں کشف وکرامات، تصرف وخوارق اور تارکِ کسب ہونے کو ہرگز نہ دیکھے کہ ان کا ہونا شیخ کامل کیلئے ضروری نہیں۔

حضرتِ والاشان:

حضرت والاشان مدظلہم بچپن ہی سے وادیٔ احسان کے شہسوار ہیں۔ سلامتی قلب سے سرفراز ہیں۔ جہاں آپ کا حسنِ ظاہر اظہر من الشمس ہے وہیں آپ کی پاک باطنی بھی بچپن ہی سے زبان زد خواص وعام ہے اور پھر آج تک ؎

؎ تمام عمر اسی احتیاط میں گزری
کہ آشیاں کسی شاخِ چمن پہ بار نہ ہو

مخلوق خدا میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ شئے کو بھی ذرا سی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ حتیٰ کہ بچپن میں جب بھڑ، تتیے آپ کے جسم پر بیٹھ جاتے تو نہ آپ اُن کو مارتے اور نہ ہی وہ آپ کو تکلیف پہنچاتے۔ کوئی مرا ہوا چیونٹا راستے میں پاتے تو اُسے بھی اُٹھا کر ایک طرف کر دیتے اور فرماتے کہ: "آخر ہمیں بھی ایک روز اسی طرح مرنا ہے"۔

؎ لطف دُنیا کے ہیں کے دِن کے لئے
کھو نہ جنّت کے مزے ان کے لئے

آپ پر حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت اور ادب کا یہاں تک اثر ہے کہ حالتِ صحت میں تو کیا، شدید مجبوری کے علاوہ بحالتِ مرض بھی پاؤں نہیں پھیلاتے۔ بلا ضرورت خاص نظر اوپر نہیں اُٹھتی۔ اکثر اینٹ، پتھر، کانٹے راستے میں سے ہٹاتے ہوئے چلتے ہیں۔ کاغذ کا ادب اس قدر ہے کہ ذرا سا پُرزہ بھی غیر مناسب جگہ پر پڑا ہوا نہیں دیکھ سکتے، فوراً اُٹھا کر محفوظ جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔

جب باریک باتوں کی اتنی رعایت ہے تو مہتم بالشان اعمالِ صالحہ کس روحانی قوت اور احتیاط سے انجام پذیر ہوتے ہونگے۔

ایک اقتباس:

آپ اپنے شیخ کامل حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک عریضہ میں لکھتے ہیں:

"خلافِ طبیعت وقاعدہ ہونے پر قلب کو تکلیف تو ہوتی ہے مگر غصہ تو کیا ناگواری بھی نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ نان بائی بڑی دیر سے کھانا لایا۔ کبھی بالکل نہیں لایا۔ انتظار میں فاقہ کرنا پڑا۔ دھوبی نے وقت پر کپڑے نہ دیئے۔ کبھی لے نہ گیا، اور کبھی خود ڈال آیا۔ کبھی ہاتھ سے دھو کر پہن لئے مگر ان بچاروں سے ناراض ہونے کو، غصہ کرنے کو دل نہیں

چاہتا۔ کبھی نرمی سے سمجھا بھی دیا تو خیال ہوا شاید ناگواری ہوئی ہو۔ دوسرے وقت احقر (مرشدی پاک مدظلہم) معافی چاہتا ہے اور خوش کرنے کو کچھ پیسے زائد دے دیتا ہے۔ حضرت! واللہ۔ ایسے موقع پر فوراً یہ خیال ہوجاتا ہے کہ اِس غلام میں اور اِن بچاروں میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ خیال آتا ہے کہ:

"یہ سب میرے محبوب کے ہیں"

پھر تو کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوتی، شرم آتی ہے کہ اِس نالائق سے محبوب حقیقی کی کسی مخلوق کو تکلیف پہنچے حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ خادم سے کسی کو ایذا نہ ہو۔"

دل میں کد مجھ سے جو رکھو تو ڈرو
میرا مالک ہے علیم اور خبیر (عابد)

نورانی قوت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

یعنی اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو ایک ایسی نورانی قوت سے سرفراز فرماتے ہیں کہ وہ اِس نور کو لئے ہوئے مخلوق خدا میں نورانیت پھیلاتے پھرتے ہیں۔ ان کی ہر حرکت اور جنبش محض رضائے الٰہی کے لئے ہوتی ہے انہیں مخلوق سے نہ امید ہوتی ہے اور نہ ڈر۔

موحد چہ بر پائے ریزی زرش
چہ پولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

کہ اگر چاروں طرف سے انہیں تلواروں سے گھیر لیا جائے تب بھی اُن کے دل پر ہراس کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ہفت اقلیم کی پیش کش بھی انہیں راہ راست سے نہیں ہٹا سکتی۔

صفتِ تمکین:

حضرت والا شان مدظلہم نے جس شان اور استقامت سے تقسیم ملک کا خوفناک وقت اپنے مستقر پر گزارا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کی اس صفت تمکین و استقامت کے باعث وہ "دیا" جو کبھی آپ نے اپنے مرشدِ کامل حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ العزیز کے حکم سے جلال آباد میں روشن کیا تھا، آج روشنی کے ایک ایسے عظیم مینار کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کی روشنی پوری دُنیا میں پھیل رہی ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام ولیکن تو چیزے دیگری

(جاری ہے)

اعلانِ داخلہ

دارالعلوم کراچی میں آئندہ شوال ۱۴۰۸ھ سے شروع ہونے والے تعلیمی سال ۱۴۰۸ھ، ۱۴۰۹ھ کے لئے داخلے سے متعلق مندرجہ ذیل امور کا اعلان کیا جاتا ہے۔

- شعبہ عربی کے تمام درجات میں قدیم و جدید داخلہ انشاء اللہ تعالیٰ ۹ شوال سے ۳۰ شوال تک جاری رہے گا۔
- تمام اسباق انشاء اللہ تعالیٰ ۱۶ شوال تک شروع ہو جائیں گے۔
- اس سال درجہ حفظ میں داخل ہونے والے کسی جدید طالب علم کو اقامتی داخلہ نہیں دیا جائیگا۔
- ۱۲ سال سے کم عمر رکھنے والے جدید طالبعلم کو دار التربیت کے سوا اقامتی داخلہ نہیں دیا جائیگا۔
- جو چیزیں طلبہ کے علمی مشاغل میں مخل ہوتی ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ان پر دار الطلبہ کی حدود میں پابندی عائد ہے اس لئے آنے والے طلبہ یہ چیزیں ساتھ نہ لائیں۔

(ناظم دار العلوم کراچی)

درجہ تخصص کا داخلہ

جو طلبہ دارالعلوم کراچی میں درجۂ تخصص فی الافتاء کے اندر داخلے کے خواہش مند ہیں ان کو اطلاع دیجاتی ہے وہ شوال ۱۴۰۸ھ کو دارالعلوم تشریف لے آئیں۔ ۱۲ شوال ۱۴۰۸ھ کو تمام امیدواروں کا تحریری و تقریری امتحان ایک ساتھ ہوگا اور جو طلبہ امتحان داخلہ میں کامیاب ہوں گے اُن میں سے دس طلبہ کامیابی کی ترتیب سے داخلے کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ امیدوار حضرات مندرجہ ذیل امور ذہن نشین فرمالیں۔

(۱) تخصص میں داخلے کے لئے ۱۱ شوال سے پہلے تشریف نہ لائیں اس سے قبل دارالعلوم ان کے قیام و طعام کا ذمہ دار نہ ہوگا

(۲) داخلے کے لئے کسی مستند دینی درسگاہ سے دورۂ حدیث میں درجۂ علیا کے نمبروں کے ساتھ کامیابی اوّلین شرط ہے جس کا ثبوت ہمراہ لانا ضروری ہوگا۔

(۳) اردو اور عربی رسم الخط میں صاف ستھری تحریر بھی داخلے کے لئے ضروری ہے، جن طلبہ کا خط خراب ہو، وہ داخلے کیلئے رجوع نہ فرمائیں۔

(۴) دورانِ تعلیم کسی انجمن یا جماعت سے کسی قسم کا تعلق ممنوع ہوگا، نیز تخصص کے علاوہ کسی اور امتحان کی تیاری کی اجازت نہیں ہوگی۔ مخصوص حالات میں صدر صاحب دارالعلوم سے تحریری اجازت لینا ضروری ہوگا۔

(۵) امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتب اور مضامین میں لیا جائے گا۔
مشکوٰۃ المصابیح، ھدایہ کامل، نورالانوار، بحث کتاب و سنّت، سراجی، شرح العقائد اور ترجمۂ قرآن۔ تقریری امتحان میں عبارت نحوی و صرفی اعتبار سے درست پڑھنے کی صلاحیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائیگا۔ جس سے نحو اور صرف کے ساتھ مناسبت ظاہر ہو اور تحریری امتحان میں سلیقۂ تحریر کو مدنظر رکھا جائیگا۔

(۶) درجۂ تخصص کے جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط پوری کریں گے ان کو قیام و طعام اور مبلغ تین سو روپے ماہانہ وظیفے کے ساتھ داخلہ دیا جائیگا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

ملک کی نامور اور بزرگ شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم کی اہلیہ محترمہ کا گذشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعُون۔

تمام قارئین سے مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

سمیع الحق غفی عنہٗ

زچہ بچہ کی حفاظت و سہولت کیلئے ایک نہایت معتبر جنتی تعویذ

محدث اعظم علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف کثیرہ و تفسیر در منثور وغیرہ نے اپنی کتاب "کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب" جلد ۱ ص ۴۲ پر درج کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے یہ حدیث حضرت بریدہ اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا کہ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ) نے خواب میں دیکھا کہ انہیں کہا گیا کہ آپ کو حمل ہوا ہے ساری مخلوق سے بہترین اور کل جہانوں کے سردار جب وہ آپ سے پیدا ہوں تو آپ ان کا نام " احمد و محمد " رکھیں اور ان پر یہ تعویذ لگادیں، جب جاگ اٹھیں تو دیکھا اُن کے سرہانے کے قریب ایک سونے کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا جس پر یہ تعویذ لکھا تھا (اُس وقت سونے کا برتنا حرام نہ تھا) جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ (حجر اسود) جنت سے سفید پتھر نازل ہوا تھا - لوگوں کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا - معلوم ہوا کہ جنتی پتھر میں گناہوں کو جذب کرنے کا خاصہ تھا اور یوسف علیہ السلام نے جنت کا قمیص جب والد صاحب کے منہ پر لگوایا تو وہ بینا ہو گئے - جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ کا مینڈھا جنت سے آیا تھا اس کے سینگ کعبہ شریف میں مدتوں رکھے رہے آپ بھی اس جنتی تعویذ کی برکتیں حاصل کریں - (اپنے پتہ کا ڈاک لفافہ اور خرچہ اشاعت میں ایک روپیہ کا ٹکٹ بھیجکر منگالیں)۔ (مفتی) جمیل احمد تھانوی (مدظلہم) جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور - پاکستان -

ترجمہ محمد عبداللہ میمن

(۴) "دینی غلو" (EXCESS) کو روکنے کیلئے عوامی اور حکومتی اداروں کا کردار

ہم اس کردار کو دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) سرکاری اداروں کا کردار

(۲) عوامی اداروں کا کردار

سرکاری اداروں کا کردار

یعنی حکومت ایک " وزارت اصلاح و تربیت " قائم کرے ، جو کر تربیتِ عامہ اور نشرواشاعت اور اوقاف و مذہبی امور پر توجہ دے ، اور ہر اس چیز پر توجہ دے جس کا براہ راست تعلق نوجوانوں سے ہو ۔

یہ حکومتی ادارے تعلیمی نصاب ، نشرواشاعت کے پروگرام ، اور مسجد کے انتظام حکمت عملی کے ذریعہ ان کے درمیان ایک منظم منصوبہ اور اسکیم اس طرح تیار کرے ، کہ ان اداروں کی کوششیں آپس میں ہی ٹکرا کر ان کی طاقت منتشر اور برباد نہ ہو جائے ، اس لئے کہ مطالعتی پروگرام کی تاثیر کی شرط یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کم از کم ان کی مخالفت نہ کریں ، ورنہ ان کی تمام کوششوں کا اثر ضائع اور ختم ہو جائیگا ، ہونا تو یہ چاہیئے کہ ذرائع ابلاغ ان مطالعتی اقدامات کے ہم آہنگ ہوں ، انکے ساتھ ساتھ ماہرین اور مفکرین کی آراء سے ان اقدامات کی ترتیب میں اور انکے نفاذ کے طریقہ کار میں خصوصیت سے مشورہ لیا جائے ۔

اب ہم ہر ادارہ کے کردار کے بارے میں علیحدہ علیحدہ تفصیلی گفتگو کریں گے، اور (۳) حکومتی اداروں یعنی: اوقاف و مذہبی امور، نشر و اشاعت، اور تعلیم و تربیت کے بارے میں وضاحت کے ساتھ گفتگو کریں گے.

اوقاف و مذہبی امور

(۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ وزارت اوقاف و مذہبی امور کے قیام کی کوشش کا یہ خاص موقع اور وقت ہے، آپ پر لازم ہے کہ اس کی طرف توجہ دیں، اور پوری صلاحیت اور لیاقت کے ساتھ "دینی غلو" (EXCESS) کو روکنے اور اسلامی بیداری کو درست حالت میں برقرار رکھنے کے لئے پوری ہمت اور کوشش کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں، اور اس کے لئے مثال کے طور پر مندرجہ ذیل کام کریں.

انتظام مسجد کا اہتمام

مسجد و منبر کے قیام کا انتظام معمولی اور آسان نہیں ہے، لہٰذا اس کے لئے ایسی اسکیم اور منصوبہ بنایا جائے، جس سے ائمہ مساجد اور خطباء کو آگے بڑھایا جا سکے، اس کے لئے ایسے اجتماعات منعقد کئے جائیں، جن میں تمام اطراف کے علاقوں کو شامل کیا جائے، اور موجودہ دور کے پیدا شدہ ان کے اجتماعی مسائل کے حل کے لئے انکی تربیت کیا جائے، اور ان کو صحیح اسلامی دعوت کے پھیلانے کے لائق بنایا جائے.

مسجد کے انتظامات درست کرنے اور اس کے پیغام کو سامنے لانے، اور اس کی نافعیت کو ممکن بنانے کے لئے، مساجد کے اندر خاص تعلیمی جلسے و اجتماعات منعقد کئے جائیں، جس میں صحیح اسلامی نقطۂ نظر سے موجودہ دور میں پیش آنے والی مشکلات کا علاج تلاش کیا جائے.

اور ان جلسوں اور اجتماعات سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ہر شخص کو غور و فکر کرنے اور اپنے مافی الضمیر کو دوسروں کے سامنے واضح کرنے کا موقع ملے گا، عام لوگوں میں اور خاص کر نوجوانوں میں ان جلسوں میں شرکت کے لئے، مساجد کی تلاش اور جستجو کا داعیہ پیدا ہوگا، اور مسجد اور معاشرہ کے درمیان ایک مضبوط ربط قائم ہو جائے گا.

نمازیوں کا مساجد کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق پیدا کرنے کا بہترین اور مؤثر ذریعہ مساجد کے ساتھ لائبریریوں کا قیام ہے، اور ان لائبریریوں کے ذریعہ سے اسلام کی صحیح تعلیم کی اشاعت کا کام بہتر انداز سے انجام دیا جا سکتا ہے، لیکن ان لائبریریوں کے صحیح علمی انداز میں قیام کے لئے انکو اچھی کتابوں سے مزین کرنا بھی ضروری ہے، اور ان لائبریریوں کو آئندہ اور وسیع کر کے ان کے معیار آگے بڑھانا ممکن ہوگا، ان کے قیام سے ان جذبات کا احیاء بھی ممکن ہے، جو کسی چیز کے بارے میں مکمل اور صحیح معلومات حاصل کرنے پر ابھارتا ہے.

عام دنوں میں ثقافتی میلوں کا قیام

وزارتِ اوقاف و مذہبی امور کی سرگرمیاں زیادہ تر مخصوص ایام میں ہوتی ہیں، جیسے رمضان المبارک وغیرہ، اور یہ ہمارے مطلوبہ ہدف کو حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ علمی میلے عام دنوں میں بھی منعقد کئے جائیں، اور مناسب وقفوں کے ساتھ اہلِ نظر کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ اپنی آراء اور تقاریر سے ان معاملات کا حل پیش کریں جو اس زمانے میں عوام کے لئے دشواری کا باعث بنتے ہیں، اور وہ اس سلسلے میں اسلامی ذوق کا خصوصی رنگ پیش کریں، اور انتہار پسندی کے مظاہروں کی بیخ کنی کریں۔

جمعہ کی تقریر کا اہتمام

جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے لئے مسلمانوں کا اجتماع ایک مقرر اور خطیب کے لئے بہترین موقع فراہم کرتا ہے، کیونکہ اس دن مسلمان صرف اللہ کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اس دن شرعی طور پر ان سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ دھیان لگائیں۔ اور خاموش رہیں، اور خطبے کے سننے سے لاپرواہی نہ برتیں، لہٰذا ایسے موضوعات کو مرتب کرنے کا اہتمام ضروری ہے، جس کا تعلق مسلمانوں کے عام حالات سے ہو، اور جس میں نوجوان طبقہ کے ذہن میں پیدا شدہ شبہات اور اشکالات کا جواب بھی موجود ہو، اور اس کے لئے ایسے بہترین خطباء کا انتخاب ضروری ہے، جن کی تقریر مقبول اور پرکشش ہو۔

وزارتِ نشر و اشاعت

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ "غلو" کی پیدائش کے اسباب میں سے ایک اہم سبب دینی نشر واشاعت کا مفقود ہونا ہے، عالمِ اسلام کی نشر واشاعت کے ذرائع کو سننے اور دیکھنے والا شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ ان میں دینی اصلاح وارشاد کے واضح طریقوں کا بیان بالکل معدوم ہے، انکے مقابلے میں مغربی ذرائع ابلاغ اپنے تمام پروگراموں میں کھلم کھلا اور علانیہ طور پر براہ راست اور بواسطہ امت مسلمہ کے عقائد میں اعتراضات اور شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔

لہٰذا اس کے مقابلے میں اس بات کی تشہیر و تعارف کرنا ضروری ہے کہ نشر واشاعت کے سلسلے میں اسلام میں ایک ممتاز اور قرآن وسنت سے ماخوذ طریقہ موجود ہے، اور تمام ذرائع ابلاغ اپنے پروگراموں میں اسلام کی دعوت دینے کے لئے اس طریقہ کار کے مطابق اُٹھ کھڑے ہوں۔

اور تمام ذرائع نشر واشاعت دینی غلو کو روکنے کے لئے ایک دوسرے کے شریک کار بن جائیں، اس کے لئے ایک مشترکہ نشر واشاعت کا منصوبہ بنایا جائے، جس کی تیاری میں علماء دین اور نشر واشاعت کے ماہرین شریک ہوں، اور ریڈیو اور ٹی وی کی نشریات کے اوقات میں سے ایک مناسب حصہ صرف دینی پروگراموں کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ کار کے مطابق خاص کر لیا جائے۔

۱۔ تمام واضح مقاصد کو مرحلہ وار گنجائش کو مدنظر رکھ کر شامل کیا جائے۔

۲۔ وہ موضوعات اور مسائل جن کو "مذہبی غلو" رکھنے والے لوگ عوام میں پھیلاتے ہیں انکو وضاحت

کے ساتھ بیان کرنے اور انکی تردید کرنے کے لئے ایک سالانہ ٹائم ٹیبل بنایا جائے۔

۳۔ اعتدال کے اسباب اور محرکات کو مذہبی پروگراموں کے دوران بہتر انداز سے بیان کیا جائے، جن میں ان اسباب کا تعارف، اس کی تیاری، اور اس کو منظر عام پر لانے، اور اسکو انجام دینے کے طریقے بیان کئے جائیں۔

۴۔ اجتماعی مسائل و مشکلات اور ان کے علاج کے لئے اسلامی معیار کے مطابق حکمت اور مصلحت کے طریقوں کو پیش نظر رکھ کر پست ہمتی اور دہشت انگیزی کے بغیر ان پر علمی بصیرت اور غور و فکر کا اہتمام کیا جائے۔

۵۔ وہ موضوعات جن کو ہم نشر و اشاعت کیلئے متعین کر سکتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہوں۔
عقائد ــ قرآن کریم اور اس کی تفسیر ــ سنت نبوی ــ عبادات ــ معاشرت
اخلاق ــ فتاویٰ ــ اسلام کے معاشرتی اور اقتصادی پہلو۔

۶۔ ان پروگراموں میں علماء دین، اہل رائے و اہل فکر کو مختلف انداز سے شامل کیا جائے۔

(۷) مغربی ذرائع نشر و اشاعت کے وہ پروگرام جو اسلام کے خلاف اور متصادم ہوں، ان کی تردید کی جائے۔

وزارت تعلیم و تربیت

امت اسلامیہ کے مستقبل کو بہتر بنانے اور سنوارنے اور اس کے مستقبل کے معماروں کے دل جیتنے اور ان میں اخوت و محبت پیدا کرنے کے لئے تمام تعلیمی مراحل میں تربیت کا انتظام بہت مؤثر ہوتا ہے، اور تمام تعلیمی مراحل سے اصلاح و تربیت کو علیحدہ کرنے کے نتیجے میں عالم اسلام نے بہت نقصان اٹھایا ہے، بعض اوقات ایک طالب علم اسلامک اسٹڈیز کے پیریڈ میں اسلام کے بارے میں جو علم حاصل کرتا ہے، اور اس کے مقابلے میں وہ طالب علم دوسرے مضامین کے پیریڈ میں اسلامی عقائد و تعلیم کے مخالف نظریات سیکھتا ہے، ان دونوں تعلیمات کے درمیان ہم واضح تضاد اور مخالفت پاتے ہیں، اس کے علاوہ یہ کہ اسلامک اسٹڈیز کے پیریڈ کو تعلیمی ٹائم ٹیبل میں ہفتہ کے آخری دن اور آخری پیریڈ میں رکھا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں طلبہ کے ذہنوں سے اسکی وقعت اور اہمیت بالکل ختم ہو جاتی ہے، اور وہ اسکو لغو اور بیکار خیال کرتے ہیں، لہٰذا اگر دینی تربیت کی حاجت اور ضرورت محسوس نہ کرنے کے نتیجے میں افراط اور غلو غالب آجائیں، اور اصلاح و ارشاد نہ ہونے کے نتیجے میں تفریط اور کمی آجائے تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

اس لئے مناسب بات یہ ہے کہ ابتدائی اور انتہائی تمام تعلیمی مراحل میں اسلامی تربیت کے روشن اصولوں کو سامنے رکھ کر تربیتی طریقہ کار بروئے کار لایا جائے اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور مفید ہوں گے۔

۱۔ تمام تعلیمی مراحل کو ایسے مواد سے پاک کیا جائے جو موجودہ نصاب میں اسلام کے اصول و احکام کے ساتھ متصادم ہوں، پورا نظام تعلیم مقاصد کے لحاظ سے اور فکر و مواد کے لحاظ سے اسلامی رنگ میں ڈھلا ہوا ہو۔

۲۔ نصابی مواد اور اسلامی تعلیمات کے درمیان ایسا ربط قائم کیا جائے، جس کے نتیجے میں پڑھنے والے کے سامنے اسلامی نقطۂ نظر با وقت ہو جائے، اور اس کے طرزِ عمل کے درست کرنے میں معاون ہو۔

۳۔ تربیت اسلامی کے مضامین اور دوسرے درسی مضامین کے درمیان کوئی ٹکراؤ اور تضاد باقی نہ رہنے دیا جائے، خواہ وہ تضاد تحریر کے لحاظ سے ہو، یا تأثرات کے لحاظ سے ہو، یا طریقۂ تدریس کے لحاظ سے ہو، یا افہام و تفہیم کے اسلوب کے لحاظ سے۔

۴۔ ایسے مثالی مدارس وسیع پیمانے پر قائم کئے جائیں، جو اسلامی مسائل و وسائل اور موجودہ زندگی اور مستقبل کی ضرورتوں کے درمیان ایک مضبوط ربط پیدا کرتے ہوں۔

۵۔ ابتدائی اور انتہائی مراحل میں دینی مہارت کا خصوصی خیال رکھا جائے، تاکہ ایسے افراد تیار ہوں، جو شریعت اور اس کے مسلمات پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ زندگی کی پیش آمدہ ضروریات پر گہری نظر رکھتے ہوں۔

۶۔ اعلیٰ تعلیمی سطح پر ایسے جدید پروگرام رکھے جائیں، جو زندگی کے مختلف حالات اور مختلف انداز میں اسلامی رنگ میں رنگ دینے کا ذریعہ بنیں۔

۷۔ تمام تعلیمی مراحل میں تعلیم دینے والے استاد اور لیکچرار اسلامی ثقافت کے ساتھ علمی اور تربیتی طور پر اس انداز سے تیار کئے جائیں، کہ وہ اپنے پاس پڑھنے والوں کے لئے بہترین نمونہ ہوں۔

۸۔ فکری اور عملی اعتبار سے صالح افراد کو تدریس و تعلیم کے لئے منتخب کیا جائے۔

عوامی اداروں کا کردار

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عوامی انجمنوں اور رفاہی اداروں نے صحیح اسلامی جذبہ کو اُبھارنے میں اور عوامی اکثریت کو اسلامی جذبات سے وابستہ کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اور عام طبقات کو حدود سے تجاوز کرنے سے بچایا ہے، یہاں تک کہ سرکاری تنبیہات اور سزائیں بھی بسا اوقات عوام پر وہ اثر قائم نہ کر سکیں، جو ان جمہوری اور شخصی اداروں اور عوامی جماعتوں نے کر دکھایا۔ اس لئے اصلاح و تربیت کے سرکاری اداروں اور عوامی تنظیموں اور انجمنوں کے درمیان باہم ربط کو مضبوط کرنا مناسب ہے، اور ایک دوسرے کے ساتھ بلا تکلف رابطہ اور بلا جھجک گفتگو کے مواقع فراہم کرنا موزوں ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل امور میں باہمی مشاورت اور ایک

دوسرے کا تعاون حاصل کرنا چاہیئے۔

۱۔ ایک ایسی مجلس مشاورت کا قیام عمل میں لایا جائے، جو اصلاح و تربیت کے سرکاری اداروں (مثلاً، اوقاف و مذہبی امور، نشر و اشاعت، تعلیم تربیت، اور عوامی انجمنوں میں جو انجمنیں اسلامی نظریات اور اسلامی دعوت اور نیک کاموں کی طرف رغبت دلانے کا اہتمام کرتی ہوں، ایسی انجمنوں کے افراد پر مشتمل ہو۔

۲۔ اس مجلس مشاورت سے ایسی ذیلی کمیٹیاں بنائی جائیں، جو اسلامی اعمال کے مختلف دائروں میں مہارت رکھتی ہوں، تاکہ وہ اس مجلس مشاورت اور اسکی شاخوں کے ہر معاملے کو سنبھال سکیں، اس سے سرکاری وسائل اور عام اسلامی طرز عمل کے درمیان اتصال کی راہ ہموار ہوگی، چنانچہ اس کے نتیجے میں اسلامی معاملات کو درست کرنے کے جذبات پیدا ہونگے اور اسلامی نظام زندگی کی تنقیہ آسان ہوگی، اور وہ دلکش نقشہ سامنے آجائیگا، جو اسلامی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔

۳۔ اسلام کے لئے کام کرنیوالی عوامی تنظیموں کو ان کے مقاصد کے سلسلے میں پر اعتماد مواقع فراہم کئے جائیں، جس سے ان میں ایک نظم قائم ہو جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ تعلیم و تربیت اور جذباتی اعتبار سے عوام کے ساتھ ان کا براہ راست رابطہ ہے۔

۴۔ اعمال خیر کا دائرہ وسیع کیا جائے، جس کیلئے زکوٰۃ و خیرات کمیٹیاں قائم کی جائیں، اور بے روزگاروں اور محتاجوں کی مدد کی جائے۔

۵۔ ایسی جماعتوں کے قائم کرنے کی اجازت دی جائے، جو عوامی سطح پر اسلامی طریقۂ کار کے مطابق اقتصادی امور کو انجام دے سکیں۔

۶۔ غیر سرکاری دینی مدارس سے تعلقات کو مضبوط بنایا جائے، اور ضروریات میں ان کی مدد کی جائے، اور دینی تعلیم و تربیت میں ان کے قاعدانہ کردار کو تسلیم کیا جائے۔

بہرحال! "دینی غلو" کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو مختلف شکلوں اور صورتوں میں مختلف اطراف میں مختلف جہتوں سے پھیلا ہوا ہے، اور اس کی کسی ایک معین شکل اور جہت کی طرف متوجہ ہو کر اس کو ختم کرنے کی کوشش کافی نہیں ہے، بلکہ اس کی تمام صورتوں کے مکمل خاتمے کے لئے مسلسل محنت، کوشش اور ہمت سے کام لینا ضروری ہے۔

اور اس کے علاج کے لئے یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ ہم جلد از جلد اس کے بارے میں قرارداد پیش کر کے منظور کر لیں، بلکہ یہ ایک ایسا اہم معاملہ ہے، جو صرف ایک دن و رات میں تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اس کے لئے اخلاص نیت کے ساتھ کام کرنے اور مسلسل محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ان کلمات میں یہ اثر کیوں ہے

معنی اس کے یہ ہیں میرا پالنے والا صرف اللہ ہی ہے میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔

اب یوں سمجھئے کہ اعضائے انسانی میں ہر ایک عضو کو اللہ تعالیٰ نے ایک کمال بخشا ہے اور ایک خاص صفت عنایت کی ہے مثلاً آنکھ کو دیکھنے اور کان کو سننے کی قوت دی ہے۔ جب اس قوت میں نقصان آتا ہے تو غم ہوتا ہے اور یہ اعضاء اس غم کو اپنے بادشاہ جو کہ قلب ہے سونپ دیتے ہیں اور قلب غم میں لگ جاتا ہے حالانکہ قلب اس کام کے لئے نہیں ہے جو اس سے لیا جاتا ہے۔ قلب دراصل ان کاموں کے لئے ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے توحید کا قائل ہو۔ اللہ سے محبت کرے۔ اس سے راضی اور خوش ہو۔ کسی سے محبت کرے تو اللہ ہی کے لئے محبت کرے بغض کرے تو اللہ ہی کے لئے کرے۔ ذکر الٰہی کرے۔ ماسوی اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ یہ اس کی غذا ہے اسی سے اس کی حیات ہے اور سب سے بڑی بیماری اس کی شرک ہے۔ گناہ اور غفلت ہے اللہ پر اعتماد نہ کرنا۔ غیر اللہ کی طرف جھک پڑنا اس کے وعدہ وعید میں شک کرنا ہے۔ ان امراض کا علاج طب نبوی میں ہے وہ یہی الفاظ ہیں یہ غذا اصلی اور غم کا نور ہوا۔ اقرار کرنا بڑی مؤثر دوا ہے۔

بعض متقدمین نے کہا ہے کہ جسم کی راحت کم کھانے میں ہے زبان کی راحت کم بولنے میں ہے قلب کی راحت گناہوں سے بچنے میں ہے۔

انسان ظالم وجاہل پیدا ہوا ہے اپنی جہالت سے خواہشات نفس کے پورا کرنے میں اپنی حیات سمجھتا ہے حالانکہ یہی باعث تلف میں سودا کی جگہ مرض مول لے لیتا ہے۔ یہ دعائے کرب مشتمل ہے توحید پر۔ ربوبیت پر۔ صفت حلم وعظمت پر اور اس کے لئے لازم ہے کامل قدرت وعظمت اور رحمت کو اور عرش عظیم ساری زمین و آسمانوں

کو گھیرے ہوئے ہے اور رب عرش عظیم کا مالک ہے جس کا مقتضی یہی ہے کہ اس زمین پر رہتے ہوئے بھی کسی سے نہ امید رکھے نہ کسی سے خوف کرے۔ عبادت صرف اسی کی کرے اس کی ان صفات کو سوچیگا تو قلب کو غذا ملیگی اس سے قوت پھر سرور و لذت آئے گی کرب و الم جاتا رہے گا۔

دُعا جو کرب کے لئے ہے لا الٰہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الٰہ الا اللہ و رب العرش العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السموات السبع و رب الارض و رب العرش الکریم۔ دوسری دعا یہ ہے۔ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔

حی اللہ کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے اور قیوم تمام صفات جلالی کو مستلزم ہے۔ حی سے کوئی کمال فوت نہیں ہوتا۔ قیوم سے کوئی فعل پوشیدہ نہیں ہوتا اسی لئے حی و قیوم کے ساتھ دعا کرنے میں خاص اثر ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی الفاظ کے ساتھ ایسے موقعہ پر دُعا کیا کرتے تھے۔

نماز بھی مصالح دنیا و آخرت کے لئے بہترین وسیلہ ہے۔ گناہ سب امراض ہیں نماز ان سے روکتی ہے قلب کی دوا ہے۔ قلب کو روشن کرتی ہے چہرے کو منور بناتی ہے اعضاء کو نشاط میں لاتی ہے رزق کھینچتی ہے اور لاتی ہے اندھیری کو رفع کرتی ہے۔ شہوات کی قامع۔ صحت و عفت کی محافظ۔ نقمت کی دافع راحت اتارنے والی۔ غم کو دفع کرنے والی رحمت لانے والی غم کو کھولنے والی۔ اس سے تمام اعضا کو حرکت ہوتی ہے۔ اس سے صحت کی ضامن ہے۔ پیٹ کے امراض کی دافع ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا شکم درد انہوں نے عرض کیا ہاں میرے پیٹ میں درد ہے آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو کیوں کہ نماز میں شفا ہے (ابن ماجہ) نماز کی ادائیگی میں تمام اعضاء کا تحرک ہوتا ہے جس سے مادہ تحلیل ہو جاتا ہے اور صحت قائم ہو جاتی ہے

نیند نہ آنا حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خالد بن الولیدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند نہ آنے کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنے بستر پر لیٹ کر یہ کلمات پڑھ لیا کرو

اللھم رب السموات السبع وما اظلت و رب الارضین وما اقلت و رب الشیاطین وما اضلت کن جارا من شر خلقک کلھم جمیعا ان یفرط علی احد منھم او یطغی علی عز جارک و جل ثناؤک ولا الٰہ غیرک۔

آگ لگنا عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی) نے فرمایا جب تم کہیں آگ لگی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ تکبیر اسے بجھا دیگی۔

پانی پینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہد میں پانی ملا کر پیا کرتے تھے اس طرح پینے میں صحت کے بے شمار فوائد ہیں اس طرح نہار منہ پینے سے بلغم دور ہو جاتا ہے۔ معدے کی خشکی دور ہو جاتی ہے معدہ کو چکنا کرتا ہے اور فضلات کو نکال دیتا ہے اور اعتدال کے ساتھ گرم کرتا ہے۔ سدے کھول دیتا ہے جگر اور تلی اور مثانے کو فائدہ بخشتا ہے اور معدے میں جتنی چیزیں جاتی ہیں شہد ان میں سب سے زیادہ مفید ہے۔

صرف صفرا والے کو بالعرض نقصان کرتا ہے کیونکہ صفرا میں اس سے حدت تیز ہو جاتی ہے اور

ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اس وقت سر کہ سے اس کی اصلاح کرنی چاہئے پھر نافع ہو جاتا ہے۔

پینے کی چیز میں جب حلاوت اور برودت مل جائے تو بدن کی بہت اصلاح ہوتی ہے۔ جگر اور دل کے لئے مفید ہے۔ روح سے اس کو عشق ہے بڑی مدد دیتا ہے غذا کا بھی کام دیتا ہے اور غذا کو اعضا کی طرف بھیجتا ہے اس کے ساتھ ٹھنڈی پانی ملایا جائے تو حرارت کو کم کر کے اصل رطوبات کو باقی رکھتا ہے۔ غذا کو دقیق کرتا ہے اور رگوں میں بھیجتا ہے یہ پانی ہر چیز کو حیات بخشتا ہے تو انسان کو کیوں نہ بخشیگا وجعلنا من الماء کل شئی حی۔ ارشاد باری ہے کھانے میں پانی ہی سے غذائیت حاصل ہوتی ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور ٹھنڈا پانی پسند تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں رات کو مشک سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی پینا آپ سے ثابت ہے باسی پانی خمیر کی طرح ہوتا ہے۔ اجزاء ترابیہ اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں آپ کے لیے بیر سقیا سے شیریں پانی لایا جاتا تھا اور مشک کا پانی لذیذ ہوتا ہے۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ بیٹھ کر پانی تین سانس میں پیا کرتے تھے۔ کھڑے ہو کر پانی پینے میں سیری کم ہوتی ہے معدے میں جمع نہیں ہوتا تاکہ تلی اسے تقسیم کرے اور معدے کی حدت پر ایک دم جا گرتا ہے ہو سکتا ہے کہ معدے کی حدت ہی کو ختم کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پینے کے متعلق فرماتے تھے ھی اروی واحرء (مسلم) اسی طرح پیالے کو ہٹا کر سانس لیتے تھے۔

اس سنت کے فوائد۔ ایک تو خود ہی فرمادیا ھی اروی یعنی سیراب کنندہ ہے امرء شدت عطش کے مرض کا دافع ہے۔ کیونکہ معدے کی گرمی پر تھوڑا تھوڑا جاتا ہے تو سکون بخشتا ہے۔ امرء بمعنی خوشگوار یا مری سے جلد گزرنے والا ہے۔

عبداللہ بن مبارک سے مرفوعا روایت ہے۔

(اذا شرب احدکم نیمص مصا و لا یعب عبا فان الکباد من العب (بیہقی)

جب تم میں سے کوئی پانی پیوے تو چوس کر پئے ایکدم نہ پیئے کہ کباد یعنی جگر میں درد اسی سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے

لا تشربوا نفسا واحدا شرب البعیر و لکن اشربوا مثنی ثلث مرات وسموا اذا شربتم، رواہ احمد و فی روایۃ اذا فرغتم (ترمذی)

تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیا کرو۔ الگ الگ تین سانس میں پیا کرو اور جب پیو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد اللہ کہنے کے فوائد بے شمار اس میں مضمر ہیں پانی کو ڈھانپ کر رکھنے کا حکم ہے اور برتن ڈھانپتے وقت بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپنا چاہیئے اس سے اس پانی میں وبا داخل نہیں ہوتی اور شیطان کا اثر نہیں ہوتا۔

کھڑے ہو کر مشک کا منہ کھول کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اسی طرح۔ اسی طرح ٹوٹے ہوئے پیالے کی ٹوٹ کی طرف سے پانی پینے کو منع کیا ہے اور پانی میں پھونک مارنے کو منع کیا ہے کیونکہ معدے کے بخارات پانی میں شامل ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شہد اور کبھی دودھ میں پانی ملا کر پیا کرتے تھے دودھ

کی لسی گرم ممالک میں بہت مفید ہے ۔ دودھ پی کر یہ دعا کرے اللّٰھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ غذا اور پانی دونوں کا کام دیتا ہے ۔ ترمذی میں ہے کہ آپ نبیذ تمر بھی پیا کرتے تھے ۔

لباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً چادر استعمال فرماتے تھے اور تہبند باندھتے تھے اور کرتے کو محبوب رکھتے تھے (نہایہ) کرتے کی آستین کلائی تک ہوتی تھیں ۔ ازار نصف پنڈلی تک ہوتا تھا عمامہ نہ بہت چھوٹا سا نہ بہت بڑا پگڑ بلکہ درمیانہ اندازاً سات ہاتھ کا ہوتا تھا ۔ کبھی کبھی شملہ کو گلے میں کر لیتے تھے اس میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گردن کو گرمی سردی سے بچاؤ ہو جاتا ہے بالخصوص سواری کے وقت مفید ہے سفر میں عموماً موزے استعمال فرماتے تھے ۔ آپ کو سفید لباس پسند تھا اور یمنی چادریں جن میں سرخ دھاری ہوتی تھیں اور سیاہ کملی اور سبز و سیاہ عمامہ پہنتے تھے ۔

مسکن دنیا دار رحلہ و دار سفر ہے اس لئے مسکن میں زیادہ زیب و زینت اور مضبوطی نہ کرتے تھے ۔ مسافر کی طرح سردی گرمی سے بچاؤ ہو جائے اور پردے کا انتظام ہو جائے ۔ جانور اندر نہ آسکیں اور بوجھ سے گر پڑنے کا امکان نہ ہو ۔ نہ اتنا وسیع کہ ہوام رہنے لگیں ۔ بس ضرورت کے لائق ہوتا تھا اور نہ بیت الخلا گھر کے اندر بنائے تھے جس کی تعفن سے صحت خراب ہو ۔ حفظ صحت کے لحاظ سے ایسا مسکن ہی بہتر ہے ۔

سونا اول رات سوتے اور آخری رات اٹھ کر نماز ادا فرماتے کہ بدن کو بھی راحت ملے اور ریاضت و عبادت بھی ہو جائے ۔ حسب ضرورت نیند کرتے اور جب سونے لگتے تو دائیں کروٹ پر ذکر الٰہی کرتے کرتے سو جاتے ۔ چمڑے کے بستر پر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی استراحت فرماتے ۔ نہ زمین پر نہ اونچے تخت پر ، ہاں تکیہ لگا لیتے تھے اور کبھی درمیان ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتے تھے ۔ نیند سے قویٰ کو راحت ملتی ہے اور غذا ہضم ہو جاتی ہے دائیں کروٹ سونے میں کھانا جلدی ہضم ہوتا ہے اور بائیں کروٹ پر کثرت سے سونا دل کے لئے مضر ہے کیوں کہ سارا زور قلب کی طرف ہو جاتا ہے اور اسے مواد نہیں پہنچتا ۔ اور سب سے ردی سونا پیٹ کے بل سونا ہے اور راحت لینے کے لئے سونا ہو تو چت لیٹنا اچھا ہے اوندھے منہ سونے سے ایک آدمی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا کہ یہ جہنمیوں کا سونا ہے (ابن ماجہ)

دن کے سونے سے رطوبت بڑھتی ہے جس سے رنگ بھی خراب ہو سکتا ہے ۔ تلی بڑھنے کا خطرہ ہے پٹھے ڈھیلے پڑتے ہیں ۔ کسل پیدا ہوتا اور شہوت میں کمی آتی ہے ہاں گرمیوں میں سو جانا بہتر ہے اور قیلولہ کرنا یعنی دوپہر کو تھوڑا آرام کرنا سنت ہے اور بہت فائدہ مند ہے ۔ ان میں سب سے ردی دن کے اول حصہ میں سونا ہے ۔ کہا گیا ہے عصر کے بعد سونا حماقت ہے اور فجر کے بعد سونا رزق کو کم کرتا ہے ۔ اور یہ کہ سونا ضروری ہو جائے اسی طرح کچھ دھوپ میں کچھ سایے میں سونا منع ہے اور دھوپ میں بھی زیادہ نہ سونا چاہیئے جیسا کہ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔

عبادات بالخصوص نماز ۔ روزہ ۔ حج کے مناسک ، جہاد ۔ وضو اور غسل وغیرہ سب کے اندر حفظ صحت کے اصول پائے جاتے ہیں مگر ان کو عبادت سمجھ کر ہی ادا کرنا چاہیئے ۔

جماع اس میں تین مقصد ہوتے ہیں (۱) حفظ نسل (۲) اس پانی یعنی منی کا اخراج جس کے احتباس بدن کے لئے مضر ہے (۳) لذت پوری کر کے راحت لینا ۔

یہ منی اگر خارج نہ ہو تو بہت سے امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے اعتدال کے ساتھ جماع کرنا مفید ہے۔

بعض اسلاف سے مروی ہے کہ اگر چہل قدمی کی فرصت ملتی ہے تو کھانا کھانا ترک نہ کرے بلکہ کھا کر چہل قدمی کرے ورنہ انتڑیوں میں انقباض آجاتا ہے اور جماع بھی ترک نہ کرے کیونکہ کنوئیں سے پانی نہ نکالا جائے تو متعفن ہو جاتا ہے یا سوکھ جاتا ہے اور جماع کرنے سے پہلے ملاعبت اور تقبیل کرنا اور مص لسان کرنا مستحب ہے

لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ویمص لسانھا

اور کھانا ہضم ہو جانے کے بعد جماع کرے اور جب شہوت غلبہ کرے تب کرے سوچ سوچ کر شہوت پیدا نہ کرے اسی طرح زیادہ بڑھیا عورت جو قابل جماع نہ ہو یا چھوٹی عمر والی۔ بیمار اور جسے شہوت نہ ہوتی ہو یا قبیحۃ المنظر سے جماع کرنے میں قوت گھٹتی ہے ایسے حائضہ اور نفسا سے جماع کرنے کی شرعی ممانعت ہے کثرت جماع سے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ رعشہ فالج۔ تشنج اور ضعف بصر جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

جماع بہر حال صورت وہیئت جائز ہے مگر قبل میں ہو دبر میں حرام ہے اور بہتر صورت یہ ہے کہ عورت فراش بنے اور مرد اوپر ہو کر کوشش کرے۔

خوشبو یہ روح کی غذا ہے اور روح اعضا کے لئے سولری کی طرح ہے۔ قوی خوشبو سے ترقی پکڑتے ہیں دماغ و اعضائے رئیسہ کو فرحت و طاقت ملتی ہے۔ روح کو خوشبو سے مناسبت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو پسند تھی اور آپ واپس نہیں فرماتے تھے (بخاری)

آپ کے پاس ایک ڈبیہ بھی جس میں خوشبو رکھا کرتے تھے۔ ملائکہ بھی خوشبو کو محبوب رکھتے ہیں اور بدبو سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔

آنکھ کا علاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثمد کو لازم کر لو یہ نگاہ کو تیز کرتا اور پلکیں اگاتا ہے اثمد ایک خاص قسم کا سرمہ ہے مشک والا اثمد آپ استعمال فرماتے تھے اور رات کو سوتے وقت تین تین سلائی ہر آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

مفردات جن کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے۔

اثمد یہ پتھر کا سیاہ رنگ کا سرمہ ہوتا ہے۔ اصفہان سے آتا ہے یہ سرد خشک ہے آنکھ کو قوت دیتا ہے مشک میں ملا کر لگایا جائے تو بڑھاپے میں بڑا فائدہ مند ہے۔

نارنگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال نارنگی جیسی ہے کہ مزہ بھی عمدہ اور خوشبو و رنگ بھی اچھا (بخاری و مسلم) اسے سنترہ بھی کہتے ہیں سنترے میں چار چیزیں ہیں۔

چھلکا۔ گودا۔ کھٹاس اور بیج۔

چھلکے کے منافع۔ کپڑوں میں رکھو تو سسلی اور کیڑا نہ لگے۔ کھانے میں ڈالو تو ہاضمہ میں مدد دے۔ سانپ کے کاٹے کو سنترے کے چھلکے نچوڑ کر پلانا مفید ہے۔

اس کا گودا۔ حرارت معدہ کا دافع۔ صفرا اور پیٹ والے کو نافع۔ گرم بخارات کا دافع۔ نافقی نے کہا ہے اس کا گودا بواسیر والے کو نافع ہے۔

کھٹا ئیں قابض ہے مگر صفرا کا قاطع ہے۔ یرقان والے کو پلائیں اور اس کی آنکھ میں لگائیں۔ صفرائی قیل اور اسہال کو نافع ہے۔ چہرے میں ملنے سے چہرے کی چھائیاں رفع ہو جاتی ہیں جگر کی گرمی کو نفع بخشتا ہے معدے کو قوت دیتا ہے اور پیاس بجھاتا ہے۔

سنترے کے بیج میں کے بیج کے چھلکے اتار کر دو ثقال ڈسے ہوئے کو پلائیں اور ان کو کوٹ کر ڈسنے کی جگہ لگائیں اور ہر قسم کے جانور کے کاٹے کا علاج ہے۔ ایک مرتبہ کسریٰ نے ایک طبیب کو قید کر لیا اور کہا کہ سالن صرف ایک دیں گے بتاؤ کیا لینا چاہتے ہو۔ طبیب نے کہا سنترہ دیدو۔ پوچھا گیا تم نے اسے کیوں اختیار کیا ہے۔ طبیب نے کہا یہ پھول کی طرح مفرح ہے اس کا چھلکا خوشبودار ہے: اس کا گودا میوہ ہے اور کھٹاس سالن ہے اور بیج تریاق ہے اور ساتھ اس میں تیل بھی ہے۔ مومن قرآن پڑھنے والا ہی مفید ہی مفید ہے

چاول گرم خشک ہے۔ گندم کی طرح غذائیت رکھتا ہے معدے کو قوت دیتا ہے، ہندی میں اطبار کہتے ہیں کہ چاول گائے کے دودھ کے ساتھ پکائیں جائیں تو عمدہ غذا بن جاتا ہے اسے کھیر کہتے ہیں۔ منی بڑھاتا اور رنگ صاف کرتا ہے۔

تربوز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کھجور کے ساتھ ملا کر کھایا کرتے تھے (ابوداؤد)

تربوز تر سرد ہے۔ کھیرے ککڑی کی بنسبت معدہ میں جلدی پہنچتا ہے اور معدے میں جو خلط ہو اسے حل کر دیتا ہے جس کا مزاج سرد ہو وہ سونٹھ ملا کر کھائے اور کھانا کھانے سے پہلے کھائے تو پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو بھی نکال دیتا ہے۔

انار تازہ بہت بہتر ہے معتدل مائل بسرد ہوتا ہے اس کا گودا گرم تر ہے صالح خون پیدا کرتا ہے اور معدے میں جلدی پہنچ جاتا ہے۔ غذائیت اس میں معمولی ہے۔ کھانسی اور اندرونی زخموں کو مفید ہے۔ حلق کی خشونت کو دفع کرتا ہے گرمی کی وجہ سے آنکھ آئیں تو ڈالنے سے درد میں نفع دیتا ہے چہرے پر مل لیا جائے تو دھوپ چہرے پر اثر نہیں کرتی۔ کندر کے ساتھ ملا کر پیشانی پر مل لیں تو نزلہ کو فائدہ دیتا ہے۔

پیاز ابوداؤد میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھانا کھایا ہے اس میں پیاز بھی اور صحیحین میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز کھا کر مسجد آنے سے منع فرمایا ہے۔

پیاز تیسرے درجے میں گرم ہے لُو کے لئے نافع ہے۔ معدہ کو قوی کرتی ہے۔ باہ کو اٹھاتی ہے منی کو بڑھاتی ہے رنگ نکھارتی ہے بلغم کو نکالتی اور معدے کو صاف کرتی ہے۔

مولی کے بیج داء الثعلب کے گرد لگانا نافع ہے نمک کے ساتھ لگا ناموں کے لئے نافع ہے کان کے امراض کے لئے نافع ہے آنکھوں میں پانی اُتر آئے تو پیاز کا پانی لگائیں۔ آنکھوں کی سفیدی کے لئے شہد میں ملا کر لگائیں پکی ہوئی پیاز کثیر الغذا ہے یرقان اور کھانسی میں سینے کی سختی کے لئے نافع ہے۔ پیشاب لاتی ہے۔

کھجور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلا اور روٹی کے ساتھ کھایا ہے گرم ہوتا ہے۔ تل کو قوت دیتا ہے باہ کو قوت دیتا ہے صنوبر کے ساتھ کھائیں۔ بعض آدمیوں کے دانتوں کو نقصان دیتا ہے

سرے بڑھاتا ہے درد سر بھی پیدا کرتا ہے اس کی اصلاح بادام اور خشخاش سے ہوتی ہے روزانہ نہار منہ کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

انجیر اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے گرم ہے پکا ہوا سفید چھلکے والا اچھا ہوتا ہے تمام فواکہ میں سب سے زیادہ غذائیت والا ہے۔ حلق کی خشونت۔ سینے اور مثانے کو نفع دیتا ہے جگر اور تلی کو دھو ڈالتا ہے۔ معدہ میں۔۔ ہے بلغمی خلط کو نکالتا ہے اور عمدہ غذا مہیا کرتا ہے۔ خشک ہو تو پٹھو کو نافع ہے اخروٹ اور بادام کے ساتھ کھانا محمود ہے۔ اس کا گودا پرانی کھانسی کے لئے نافع ہے پیشاب کو جاری کرتا ہے نہار منہ کھانے میں عجیب خاصیت رکھتا ہے۔ پسے ہوئے جو ملا کر حریرہ بناتے ہیں۔

لہسن گرم خشک ہے۔ جس پر فالج کے آثار ہوں اس کے لئے نافع ہے ہاضم ہے مدر بول ہے ہوام کے کاٹے ہوئے اور درموں کے لئے تریاق ہے۔ سانپ بچھو کاٹ لے تو اس کو کوٹ کر ٹکیہ اس پر لگا دیں تو زہر کو چوس لیتا ہے۔ بلغم کے لئے نافع ہے حلق کو صاف کرتا ہے پانی بدن ہو تو مفید ہے پرانی کھانسی کے لئے مفید ہے۔

سرکہ، نمک اور شہد و لہسن کیڑے والے دانت کو نکال دیتے ہیں۔ درد دانت کے لئے بھی فائدہ مند ہے بینائی کے لئے مضر ہے۔ بلیڈ پریشر ہائی ہو تو اس کے لئے ایک دو جو کھا لینا مفید ثابت ہوا ہے۔

از خادم الحجاج
حاجی حافظ فریدالدین احمد الوجیہ
سابق ممبر زونل حج ایڈوائزری کمیٹی حکومتِ پاکستان

نئی حج پالیسی! ایک تعمیری جائزہ

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ المصطفیٰ

وزارت مذھبی امور، حکومت پاکستان۔ نے سالِ رواں د ۱۹۸۰ء کے لئے حج پالیسی شائع کردی ہے۔ جس کا منشا عازمین حج کے لئے آسانیاں فراہم کرنا ہے۔ ہم نے حکومت کے وضع کردہ قواعد و ضوابط کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا اور ان کے عملی نتائج کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ذیل میں اس کا ایک جائزہ پیش کرتے ہیں جس میں ہمارا نقطۂ نظر تمام تر تعمیری ہوگا تاکہ حکومت اس پر ہمدردانہ غور کر کے قواعد و ضوابط میں ضروری ترمیم و اصلاح کرے یا پھر ہمارے تجزیہ کی غلطی واضح ہو جائے اور ہمیں اپنے خیال سے رجوع کرنے کا موقع ملے۔

مقصدِ ما خیر خواہی ہست و بس!

درخواست میں آسانی!

حج کی درخواستوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اسے آسان تر کر دیا گیا ہے حالانکہ اس میں دوہری قید لگا دی گئی ہے یعنی درخواست دینے والا اپنا شناختی کارڈ بھی لازماً لگائے نیز ممبر لوکل کونسل سے تصدیق دستخط بھی حاصل کرے۔ یہ دوسری شرط محلِ نظر ہے کیونکہ اس سے اہم تر امور مثلاً بین الاقوامی پاسپورٹ کی درخواست میں تک صرف شناختی کارڈ سے کام چل جاتا ہے، لہٰذا ممبر کونسل کے دستخط کی شرط حجاج کے لئے ایک مزید قید اور بیجا زحمت ہے جس کو ہٹا دینا چاہیئے، ہاں جن درخواست دہندوں کے پاس شناختی کارڈ موجود نہ ہو اور نہ بروقت وہ اس کو حاصل کر سکتے ہوں تو ان کے لئے ممبر لوکل کونسل کی توثیق، شناختی کارڈ کا بدل قرار دی جائے۔

حدِ بلوغ اور حمل کی قید

حج کے لئے عاقل، بالغ اور صاحب استطاعت ہونے کی شرطیں سر آنکھوں پر مگر ۱۸ برس کو حدِ بلوغ قرار دینا شریعت اور واقعیت کے خلاف ہے۔ ہمارے ملک میں بلوغت کی عمر ۱۵ سال ہے لہٰذا ۱۸ برس کی شرط کو بدل کر ۱۵ سال کر دی جائے تاکہ ۱۵ سال یا اس سے زائد کا عاقل بالغ صاحب استطاعت مسلمان بلا وجہ حج سے محروم نہ رہے۔

اسی طرح ایک عورت درخواست دیتے وقت گو حاملہ نہیں تھی مگر سفر کے وقت ہو گئی تو اس کو بھی حج سے محروم رکھا گیا ہے حالانکہ شرعی اور طبی دونوں اعتبار سے وہ مراسم حج ادا کر سکتی ہے، ہاں، اگر حمل آخری مراحل میں ہو تب طبی اعتبار سے اس پر پابندی قرینِ مصلحت ہے۔

کمزور پر غیر مشروط پابندی

اسی طرح ایک شخص گو خود کمزور یا اپاہج ہے مگر دوسرے شخص کو ساتھ رکھ کر، جس کا خرچ بھی وہ برداشت کر سکتا ہے، اگر حج کرنا چاہتا ہے تو اس کو سفر حج سے کیوں روکا گیا ہے؟ پابندی صرف ایسے ضعیف اور لاچار شخص پر ہونی چاہیئے، جس میں نہ ذاتی قوت و طاقت ہو نہ وہ اپنے ساتھ خادم رکھنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

کمپیوٹر کے ذریعہ قرعہ اندازی

اس مرتبہ کمپیوٹر سے قرعہ اندازی عمل میں لائی جا رہی ہے، ظاہر ہے کہ اس کا منشا دیانتدارانہ قرعہ اندازی کا یقین ہے، مگر یہ یقین اُس وقت تک حاصل نہ ہو سکے گا جب تک کہ حکومت چند معتمد علیہ علماء اور معززینِ ملک کو اس موقع پر شامل اور نگراں نہ رکھے جو کمپیوٹر کے مواد کی دیانتدارانہ فراہمی (CORRECT FEEDING) کی شہادت دے سکیں۔ کیونکہ صحیح فراہمی (CORRECTJ FEEDING) کے بغیر دیانتدارانہ قرعہ اندازی ایک بے معنیٰ بات ہو کر رہ جاتی ہے۔

ویلفیئر آفیسرز

حجاج کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے ویلفیئر آفیسرز کا تقرر نہایت خوش آئند ہے مگر ۴۵ ہزار حجاج کے لئے پچاس افسر کس طرح کافی ہو سکتے ہیں؟ اس تعداد میں مناسب اضافہ ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اہم تر بات یہ ہے کہ ویلفیئر آفیسرز کے معیار لیاقت (QUALFIEATION) کی صراحت نہیں کی گئی ہے جو از بس ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ ان افسروں کے معیار لیاقت کا صراحت کے ساتھ اعلان کرے اور ان کا انتخاب وزارت مذہبی امور کے اعلیٰ عہدہ دار اور مقتدر علماء کے ایک مشترکہ بورڈ کے ذریعہ عمل میں لایا جائے۔

ہوائی حجاج کے سفر میں بے جا تفریق

ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے حاجی کا زیادہ سے زیادہ خرچ (۱۵،۵۵۰) روپے مقرر کیا گیا ہے مگر جو حاجی "اسپانسر شپ" کے ذریعہ سفر کرے اس کے لئے (۱۶،۲۵۰) روپے سفر خرچ لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس فرق و امتیاز کی نہ کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے نہ ہی حکومت نے اس کی وضاحت کی ہے کہ "اسپانسر شپ" والے حاجی سے (۷۰۰) روپے زائد جو لئے جا رہے ہیں وہ کس مد میں جائیں گے؟ حکومت کو چاہیئے اس کی صراحت کرے۔

بحری جہاز اور بحری کرایہ

بحری مسافرین حج کے لئے عرشہ (DECK) کا کرایہ (۳۰۰۰) روپے خاصہ زائد رکھا گیا ہے اس میں کمی ہو سکتی ہے اور کی جانی چاہیئے۔ نیز بحری جہازوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے یا تو نئے جہاز خریدے جائیں یا کسی بیرونی جہاز راں کمپنی سے حسب ضرورت چارٹر کرلئے جائیں، تاکہ حجاج کا وقت بھی بچے اور سہولت بھی حاصل ہو۔

خدمت حجاج کا معاوضہ

ایک سو روپے فی حاجی "خدمت حجاج" کی مد میں وصول کئے جا رہے ہیں، اس شرح سے ۴۵ ہزار حجاج سے اس مد میں ۴۵ لاکھ روپے جمع ہوں گے۔ اگر (۵۰) ویلفیئر آفیسرز کو اس مد سے پورا رقم کو ٹہ ادا کیا جائے تو اس کی کل مقدار (۷،۷۷،۵۰۰) روپے بنتی ہے اور (۳۷،۲۲،۵۰۰) روپے کی بچت اس میں میں پھر بھی نکل آتی ہے۔ اس کثیر رقم کا کیا مصرف ہوگا؟ اس کی صراحت ہونی چاہیئے۔

راشن کی رقم

(۸۰) روپے فی حاجی "راشن" کی فراہمی کے لئے وصول کئے جائیں گے اور اس کے عوض (۱۰) کیلو چاول (۵) کیلو دال دی جائے گی۔ اس کی صراحت نہیں ہے کہ چاول کس قسم (QUALITY) ہوگا اور ایک ہی قسم کی کوئی دال ہوگی یا چند دالیں اس جملہ وزن کی فراہم کی جائیں گی؟ ان اشیاء کا نرخ بھی بتلایا نہیں گیا ہے۔ ان چیزوں کی صراحت نیز غلہ کی صفائی اور اس کے حمل و نقل کی تفصیل بھی معلوم ہونی چاہیئے۔

ہماری رائے میں اگر راشن کی فراہمی جذبۂ خدمت کے تحت ہے تو قیمت کا تعین "غیر نفع و نقصان" (NO PROFIT NO LOSS) کی بنیاد پر ہونا چاہیئے اور اگر اس میں نفع کا کوئی پہلو مد نظر ہے تو یہ کام ٹینڈر طلب کرکے ایسے ادارے کے تفویض کیا جائے جو کم سے کم نفع پر بہتر سے بہتر غلہ سپلائی کر سکے تاکہ حجاج کرام کو فائدہ ہو۔ علاوہ ازیں راشن کی یہ رقم، راشن نہ لینے پر واپس نہیں کی جائے گی، اگر ایک فی صد

حاجی صاحب بھی راشن نہیں لیتے تو ۳۶ ہزار روپے کی بچت ہو جائے گی۔ اس بچت کے مصرف کی صراحت بھی ہو جانا چاہیئے! اصولی طور پر تو رقم ان حضرات کو واپس ملنی چاہیئے!

ائیرپورٹ ٹیکس

ہر حاجی سے عام مسافروں کی طرح، ائیرپورٹ ٹرمینل ٹیکس ایک سو روپے وصول ہو رہا ہے اس حساب سے (۳۵۰۰۰) ہوائی جہاز کے حجاج سے (۳۵) لاکھ روپے حکومت کو ملیں گے۔ ضرورت ہے کہ محکمۂ سول ایویلیشن کو یہ رقم دی جائے تاکہ وہ اس رقم کو حجاج کی سہولت رسانی پر خرچ کرے۔ مثلاً حجاج کے لئے ایک مستقل ٹرمینل بنائے، حاجی کیمپ میں پی، آئی، اے نے جو جگہ فی الوقت لے رکھی ہے وہ حجاج کی سہولت کار کے لئے ناکافی ہے اور کاروباری دقتیں پیش آتی ہیں، ضرورت ہے کہ وسیع تر جگہ حاصل کی جائے بلکہ خاص اس غرض کے لئے ایک الگ عمارت بین الاقوامی معیار پر تعمیر کرائی جائے۔ ایسی صورت میں جبکہ حجاج کے ذریعہ پی آئی اے کو ہر سال ۲۰ سے ۲۵ کروڑ روپے تک کا بزنس حاصل ہوتا ہے تو اس کے نفع کا کوئی معمولی فیصد بھی اگر اس تجویز پر خرچ کیا جائے تو علاوہ حجاج کے خود پی آئی اے کے عملہ کی کارکردگی بھی زیادہ بہتر اور راحت بخش ہو سکے گی۔

زرمبادلہ میں حجاج کا نقصان

پچھلے سال حکومتی سطح پر طے شدہ سعودی ڈیوز مبلغ ۱۲۱۹ ریال فی حاجی کی ادائیگی کیلئے پاکستان میں بینکوں نے حاجی کی رقم سے (۳۵،۲۵) روپے اُن کے زرمبادلہ کے کوڈ میں منہا کئے جبکہ اس وقت شرح تبادلہ ۲۶۸۲ روپے تھی اور یقیناً اسی شرح سے جدہ حج ڈائریکٹوریٹ کو رقم منتقل کی گئی اسی طرح فی حاجی ۸۷ روپے ۴۲ پیسے کا گھاٹا آیا۔ اگر بالفرض یہی فارمولا اس سال بھی برقرار رکھا گیا تو (۴۵۰۰۰) حجاج پر کل ۳۹،۳۳،۹۰۰ روپے کا فرق آئے گا اور اتنی بڑی رقم کسی مد کے تحت بھی ظاہر نہ کی جاسکے گی۔ ضرورت ہے کہ ٹھیک ٹھیک وقتی شرح تبادلہ کے لحاظ سے ہمارے بینک حجاج کرام کی رقم سے زرمبادلہ کی منہائی عمل میں لائیں یا بصورتِ دیگر تبادلۂ زر کے سلسلہ میں جو رقم بچ رہے اس کو یا تو حجاج کو لوٹا دیں یا اس کثیر رقم کو حجاج کے کسی آسائشی کام میں صرف کریں۔ تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائیں۔

پچاس روپے قیمت حج فارم

جملہ حج کی درخواستوں کے لئے ۵۰/- روپے فی درخواست فارم ادا کرنا ضروری ہے جو ناکام درخواست ہوں گی اُنھیں بھی رقم واپس نہیں ملے گی اس ذریعہ سے اس سال بھی تخمیناً بہم سے ۵۰ لاکھ روپیہ حاصل ہوگا اس کے مصرف کی صراحت کی جاتی مناسب ہے ہمارے خیال میں یہ رقم بھی حجاج کے فلاح وبہبود پر خرچ کرنے کا مناسب منصوبہ بنایا جانا چاہیئے۔

جدّہ سے مکہ کا کرایہ بسلسلۂ راشن

جدّہ سے مکہ مکرمہ تک غلہ پہنچانے کا کرایہ ہر حاجی سے ۵ ریال وصول کیا جاتا ہے یہ کرایہ (۱۵) کیلو وزن پر بہت زیادہ ہے۔ ۵ ریال فی حاجی کی شرح سے ۵۴ ہزار حجاج سے ۲ ۱/۴ لاکھ ریال وصول ہوں گے ۶ء۷ ٹن غلہ کی جدّہ سے مکہ مکرمہ منتقلی پر کیا ۲ ۱/۲ لاکھ ریال کی لاگت آئے گی؟ اس کرایہ میں تخفیف ضروری ہے۔

پیشگی وصولیات سے جمع شدہ رقم کا نفع

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس وقت (۵۵۰۰۰) عازمین حج کی درخواستیں موصول ہو چکی ہیں جس کے بموجب حکومت کے خزانہ میں تقریباً اسی کروڑ روپیہ حجاج کی طرف سے لگایا جا چکا ہے یہ رقم اوسطاً ۶ ماہ تک جمع شدہ رہے گی جس پر انوسٹمنٹ الاونس رائج الوقت کم از کم شرح کے لحاظ سے تقریباً ۸ کروڑ بنے گا۔ اس کے علاوہ ۱۷ مئی تک "اسپانسرشپ" والی درخواستیں موصول ہوں گی اگر ان کی تعداد مذکورہ درخواستوں کا نصف یعنی ۲۷ ۱/۲ ہزار بھی رکھی جائے تو اس کا انوسٹمنٹ الاونس ۴ کروڑ بنے گا۔ اس طرح ۱۲ کروڑ کی اس کثیر رقم کو حجاج ہی کے فلاحی کاموں پر خرچ کرنا چاہیئے۔ خصوصاً وہ کام جن کی حیثیت حجاج کے مستقل فائدہ، آسائش اور سہولت سے ہو۔ مثلاً کراچی اور لاہور اور اسلام آباد میں مستقل حج ٹرمینل کا قیام، اسلام آباد اور لاہور میں وسیع اور آرام دہ حاجی کیمپس کی تعمیر وغیرہ بلکہ حکومتی سطح پر تھوڑی سی کوشش سے مکہ مکرمہ / مدینہ منورہ میں پاکستانی حجاج کے موقتی قیام کے لئے مسافر خانہ یا رُباط کی تعمیر جس سے ہمارے مسافرین کو بے حد سہولت اور راحت میسر آئے گی۔ آخر غیر منقسم ہندوستان کی مسلم ریاستوں نے بھی تو اپنے حجاج کی راحت کے لئے ایسی رُباطیں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بنوائی تھیں جو ان ریاستوں کے ختم ہونے کے بعد بھی آج تک ہندی مسلمانوں کے کام آرہی ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ حکومت خصوصاً وزارت مذہبی امور اِن گذارشات پر مخلصانہ و ہمدردانہ غور کرے گی اور ضروری مشوروں کو روبکار لا کر اپنی فلاح جوئی اور عوام دوستی کا ثبوت فراہم کرے گی۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الھُدیٰ

بقیہ :- برکات عید

میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے راضی ہو گیا بس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

(فضائل رمضان)

حق تعالیٰ کی اس ذرہ نوازی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم ان کے اور زیادہ فرمانبردار اور اطاعت شعار بندے بنتے تاکہ اور زیادہ ان کی رحمتوں اور برکتوں کے حقدار ہوتے لیکن افسوس ہلال عید نظر آتے ہی ہم نے ایسا رُخ پکڑا اور ایسے نکلے اور نظریں پھیریں کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور اتنی دور نکل گئے کہ مرکز ہی کو بھول گئے۔ اور ایسے ایسے کاموں کا ارتکاب کیا کہ جن سے بجائے مورد رحمت بننے کے حق تعالیٰ کی ناراضگی غصہ اور عذاب کا مورد بننے لگے عید الفطر کی شب اور اس کا دن انعامات الٰہی کی وصولی اور خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دن ہے ہم نے اس کو ان کی ناراضگی کا سبب بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور تعجب یہ ہے کہ ہم ایسی باتوں کو گناہ بھی نہیں سمجھتے جو اور بھی خطرناک بات ہے

مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب

برکاتِ عید

اور ہماری کوتاہیاں

عید الفطر کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مسرت اور خوشی کا دن ہے اور یہ خوشی اس بناء پر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رمضان شریف کے روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور شب میں تراویح ادا کرنے اور اس میں کلام الٰہی پڑھنے اور سننے کی سعادت عطا فرمائی حق تعالیٰ کے نزدیک عید کا دن اور عید کی رات دونوں ہی بہت مبارک اور بڑی فضیلت والے دن ہیں جس کا اندازہ آپ کو اس حدیث سے ہوگا۔

عید اور شب عید کی خاص فضیلت

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے جس کے جھونکوں کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سُریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ہم سے جوڑ دیں پھر وہی حوریں جنت کے دارو غہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے آج کھول دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون ہے جو غنی کو

قرض کردے ، ایسا غنی جو نادار نہیں ، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ، رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان شریف کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد ہو کر گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں

اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ ، حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں ۔ جن میں سے دو بازوؤں کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں ان کی دعاؤں پر آمین کہیں ۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو ۔ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا ۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصیتوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا ۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار شخص کون ہیں ۔ ارشاد ہوا کہ ۔

- ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو ۔
- دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو ۔
- تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو ۔
- چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو ۔

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ ، فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے ۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو ، میری عزت کی قسم

بقیہ ۶۸ پر

تقریظ و تبصرہ

(تبصرہ کیلئے ۲ دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

نام کتاب:- **قرآن اور احادیث کے نورانی احکام**

ناشر:- فروغ اسلام فونڈیشن آدم جی اسٹریٹ پوسٹ بکس ۱۱۵ راولپنڈی۔

سائز:- ۳۰ × ۲۰ / ۱۶ - کل صفحات ۳۲ - قیمت - درج نہیں۔

انسان کی اصلاح و ہدایت اور اسے نیکی و بھلائی اور شرافت و انسانیت سے آراستہ کرنے کا بہترین ذریعہ قرآن پاک کے احکامات اور احادیث مبارکہ کی بیادی تعلیمات ہیں۔ یہی وہ بنیادی سرچشمے ہیں جن کی بدولت، کفر و جہالت، شرک و بت پرستی، عیاشی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی میں برسوں سے مبتلا قوم پاک طینت اور نیک سرشت بن گئی۔ نیکی اور تقویٰ میں اس کا کوئی ثانی نہ رہا۔ اور آج بھی تاریخ کے اوراق ان کی پاکیزگی اور پاک بازی کے گواہ ہیں۔ آج بھی انسان کو آدمیت کے سانچے میں ڈھالنے کا واحد ذریعہ یہی تعلیمات ہیں۔ جس قدر لوگ ان پاکیزہ تعلیمات سے دور ہوتے گئے گمراہی و ظلم بڑھتا گیا۔

فروغ اسلام فونڈیشن کے کارکنان قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس صحیح نسخے کو پھر عام کیا ہے۔ اور آج دنیا کے لوگ جن کمزوریوں میں مبتلا ہیں ان سے نجات کا راستہ یہی ایک ہے۔ امید ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ناشرین و معاونین کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے اور اس کتابچہ کو مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ (ا-ا-خ ب)

نام کتاب:- **دفاع امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ** - تصنیف: مولانا عبد القیوم حقانی

سائز:- ۲۲ × ۱۸ / ۸ - کل صفحات - ۳۵۲ - قیمت - -/۴۵ روپے

ناشر :- موتمر المصنفین ۔ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور (پاکستان)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اسلامی کے اول مدوّن ہیں۔ امام صاحبؒ اور ان کے ممتاز تلامذہ نے دین اسلام اور مصادر دین کی حفاظت و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔

عظیم تاریخی خدمات، لازوال کارناموں اور خلوص اور ان تھک جدوجہد کی بدولت اللہ تعالیٰ نے امام صاحبؒ اور ان کے ممتاز تلامذہ کو عزت و عظمت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ یہ شان و عظمت حسد کا موجب بن گئی اور حاسدین نے امام صاحبؒ اور آپکے تلامذہ کے کارناموں کو پس پشت ڈال دیا۔ حسد کے باعث مخالفین نے امام صاحبؒ کی خدمات جلیلہ کا صاف و صریح انکار کردیا۔ اور آپ کی ذات، آپکے علم اور آپ کے کمالات کو ہدف تنقید بنایا۔ اسی حسد کی آگ کے سبب آپ کی بابت بہت سی غلط باتیں منسوب کردیں اور اس طرح اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ یہی باتیں باربار دھرانے کے باعث اس قدر مشہور ہوگئیں کہ کم فہم اور کم علم افراد نے ان کو حقیقت سمجھ لیا اور آج تک کچھ لوگ اسی پرانی لکیر کو پیٹنے میں مصروف ہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل اور حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کے ممتاز تلامذہ میں شامل ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب انہی کے قلم کا اعجاز ہے۔ جس میں آپنے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے علم و فضل ان کی شان و عظمت اور ان کی خدمات کو متعدد عظیم الشان کتب کے حوالوں سے واضح فرمایا ہے۔

اس کتاب میں تیرہ باب ہیں۔ جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حصول علم، اساتذہ اور ان کی زندگی کے حالات کے علاوہ ممتاز تلامذہ، قبول روایت میں اصول و شرائط۔ امام صاحب پر بے جا اعتراضات کی حقیقت اور ان مسکت جواب امام صاحب کی تدوین فقہ، ان کا تبحر علمی۔ ان کی ذہانت اور دیگر کمالات کا بیان، وصایا و نصائح امام صاحبؒ کا نظریہ سیاست جیسے اہم اور مستقل عنوانات پر بہت عمدہ مواد فراہم کیا گیا ہے۔ بارھواں باب قیاس کی شرعی و آئینی حیثیت کی بابت ہے اور آخری باب تقلید و اجتہاد کی بابت ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی تالیف میں ۱۷۰ اہم اور مشہور کتب سے مدد لی ہے اور ملک کے پانچ ماہناموں کے مضامین سے بھی مدد لی ہے۔ کتاب بہت خوبصورت اور پرکشش ٹائٹل کے ساتھ سفید کاغذ پر شائع ہوئی ہے اور اہل علم کی قدردانی کی مستحق ہے۔

البتہ کچھ خامیاں بھی رہ گئی ہیں جو نہ ہوتیں تو کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ ایک یہ کہ عبارت ہے لیکن اس کا حوالہ حاشیہ میں درج نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض جگہ صرف کتاب کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے حالانکہ صفحہ اور جلد کا حوالہ ضروری تھا۔ بعض جگہ عبارت میں مؤنث و مذکر کا بالکل لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اگر آئندہ ان خامیوں کی اصلاح کردی جائے تو کتاب کی شان و اہمیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف۔ ناشر کی اس خدمت کا بہترین اجر عطا فرمائے اور اس کتاب سے مسلمانوں کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ فرمائے۔ اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے آمین بحرمۃ سید المرسلین ۔ (ا۔ا۔خ۔س)